بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ

کا اعلان عام

''میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے سوا، آپؐ کے بعد، کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے۔'' (دیکھو اخبار 'الحکم' قادیان، مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۵ء)

بکھرے موتی

یورپ میں اسلام کے کامیاب ترین مبلغ، برلن مسلم مشن کے بانی و اولین مفسر قرآن بزبان جرمن

حضرت الحاج مولانا صدر الدین صاحب علیہ الرحمۃ

کی

مبلغانہ زندگی کے کچھ روح پرور اور ایمان افروز واقعات

ترتیب و پیشکش

ڈاکٹر خورشید عالم ترینؔ

الناشر

اے۔اے۔آئی۔(لاہور) بھارت

قلمدان پورہ سرینگر، کشمیر۔ پن کوڈ ۱۹۰۰۰۲

www.aaiil.org

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

(***Bikhray Moti*** (Scattered Pearls) by Maulana Sadr-ud-Din)

نام کتاب : بکھرے موتی

مئولف : حضرت الحاج مولانا صدرالدین مرحوم

پیشکش : ڈاکٹر خورشید عالم ترین

سن اشاعت : **2001 AD**

الناشر

اے۔اے۔ آئی ۔ (لاہور) بھارت

قلمدان پورہ ، سرینگر کشمیر ۔ ۱۹۰۰۰۲

ملنے کا پتہ

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور)

پاکٹ ایل۔ جنتا فلیٹس 25/A گراونڈ فلور

دلشاد گارڈن۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۹۵

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور)

مسجد پیر مٹھا ۔ جموں توی ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿٢﴾ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ ۙ﴿٣﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿٤﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ
اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ﴿٥﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ ە غَيْرِ
الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾

مختصر سوانح الحاج مولانا صدرالدین صاحبؒ

۱۸۸۱ء میں بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ علامہ اقبال مرحوم کے ہم مکتب اور ہم جلیس تھے ۔ مولوی فاضل، بی اے، ایس اے وی اور بی ٹی کی سندات حاصل کر لینے کے بعد پہلے انسپکٹر آف سکولز اور پھر ٹیچرس کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر بنے۔ ۱۹۰۵ء میں چودھویں صدی ہجری کے واحد مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی ۔ حضرت مرزا صاحب کے خلیفہ حضرت علامہ حکیم نورالدینؒ اور انجمن کی استدعا پر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۴ء پرنسپل رہے ۔ یہی وہ سکول ہے جہاں علامہ اقبالؒ نے اپنے فرزندِ اکبر آفتاب اقبالؒ کو تعلیم حاصل کرنے بھیجا تھا ۔ جب ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ میں عقائد کی بناء پر اختلاف رونما ہوا تو آپ مولانا محمد علی (لاہوری) علیہ الرحمۃ کے ساتھ لاہور چلے آئے۔ اور مشہورِ عالم اسلامی مرکز "احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور" کے بانیوں میں شامل ہوگئے۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کے بارے میں ان کا مطبوعہ حلفیہ بیان یہ ہے:

"ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان شروع سے تھا اور اب بھی ہے کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کے قائل نہیں، خواہ وہ کوئی پرانا نبی ہو یا نیا ۔"

۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۶ء لندن میں بطور مبلغ و امام کام کیا ۔ ۱۹۱۹ء میں دوبارہ لندن گئے ۔ ۱۹۲۲ء میں جرمنی گئے اور برلن مسلم مشن قائم کیا اور ۱۹۲۵ء میں برلن کی اولین مسجد تعمیر کی۔ ۱۹۴۰ء میں جرمن زبان میں قرآن پاک کی تفسیر شائع فرمائی جو آج بھی علمی اور دینی حلقوں میں جرمن زبان کی مستند ترین تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ ۱۹۵۱ء میں جماعتِ احمدیہ لاہور کے امیر ثانی منتخب ہوئے۔ ۱۵ نومبر ۱۹۸۱ء کو وفات پائی۔ حضرت مولانا موصوف کے ہاتھ پر سینکڑوں غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا جن میں جرمنی کے ڈاکٹر مارقوسؒ اور آسٹریلیا کے علامہ محمد اسدؒ (مفسر قرآن بزبان انگریزی) قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا نے اپنے پیچھے اپنی متعدد بلند پایہ تصانیف بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ جو ہندو پاک کے مقتدر علماء کرام سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں ۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

عرضِ حال

از خاکسار مرتب

۱۹۴۰ء کے بعد مبلغ اسلام حضرت مولانا صدرالدین صاحبؒ کا یہی معمول تھا کہ وہ موسم گرما کشمیر کی جماعت کے درمیان گذارتے تھے۔ آپ کے خطباتِ جمعہ اور درس قرآن کو سننے لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ سرینگر کا سارا لکھا پڑھا اور روشن خیال طبقہ جمعہ پڑھنے جامع احمدیہ لاہوریہ قلمدان پورہ ہی آتا تھا۔ یہانتک کہ مسجد اور صحن بھر جانے پر چٹائیاں باہر سڑک پر بچھائی جاتی تھیں۔ جہاں نمازی بیٹھتے تھے۔ اس بات کے گواہ علاقے کے وہ بڑے بوڑھے ہیں، جو ابھی زندہ ہیں۔ لیکن افسوس کہ تقسیم ہند کے بعد کشمیر کی احمدی جماعت اپنے مرکز سے بالکل کٹ کر رہ گئی، اور یہ مبارک روایت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔

سرینگر جماعت کے سابق صدر الحاج شیخ عبدالصمد علیہ الرحمۃ نے ایک واقعہ مجھے خود سنایا تھا۔ ایک مرتبہ شیخ صاحب موصوف حضرت مولانا صدرالدین صاحبؒ کے ہمراہ جماعت کے نامور معالج جناب ڈاکٹر چوہدری رحمت اللہ صاحبؒ کو ملنے پہلگام گئے۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب کی ڈیوٹی پہلگام میں ہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہ چھوڑی۔ چائے کا ایک خصوصی پروگرام ہسپتال کے وسیع و عریض خوبصورت احاطے میں رکھا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے سارے سٹاف کا تعارف حضرت مولاناؒ سے کروایا۔ سٹاف ممبروں میں خاصی تعداد غیر مسلموں کی تھی۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مولاناؒ نے ڈاکٹر صاحب موصوف سے کہا کہ وہ سٹاف ممبروں سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جب ہسپتال کا سارا سٹاف جمع ہوگیا، تو حضرت مولانا نے ان سب کو

مخاطب کر کے فرمایا :

"دیکھو ، ہر مذہب یہی تعلیم دیتا ہے کہ انسان دوسروں کا دُکھ دَرد دُور کرے ۔ اور جہاں تک ممکن ہو اپنے تن من اور دھن کو اس کام میں لگا دے ۔ایسا کرنے سے اسے خدا کی خوشنودی اور ثواب یا پُنیہ حاصل ہوگا ۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے اس کام کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کردیا ۔ آپ کو بھی بیمار لوگوں کی تکلیف اور ان کے دَرد کو کم کرنے یا کسی حد تک بانٹے کا قدرتی موقعہ ملا ہے ۔اور جس نیک کام کے لئے دوسروں کو اپنا مال خرچ کرنا پڑتا ہے اُسی کام کے لئے آپ کو تنخواہ ملتی ہے ۔ خود ہی سوچ لو کہ تمہاری ذمہ داری کس قدر بڑھ کر ہے ۔اور یہی حال خدائی پُرسش کا ہے۔بس میں نے آپ سے اتنا ہی کہنا تھا ۔"

روزمرہ کی عام باتوں اور معمولی معمولی واقعات کو اس طرح سبق آموز بنا کر پیش کرنا حضرت مولانا صدرالدین صاحبؒ کا خصوصی آرٹ تھا ۔اور وہ اس خداداد صلاحیت میں یگانہ روزگار تھے ۔ان کا یہ خصوصی ہنر اور بھی نمایاں ہوکر سامنے آجاتا جب معاملہ حضرت نبی کریم ﷺ کی پاک سیرت کا ہوتا ۔اس بات کا اعتراف عصر حاضر کے نامور مفسر قرآن و سیرت نگار حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ امیر جماعت احمدیہ لاہوریہ نے بھی لیا ہے ۔ایک خطبہ میں کھلے عام فرمایا تھا کہ "سیرت نبویؐ کو سادہ اور دلفریب پیرائے ں پیش کرنے کا مولانا صدرالدین صاحب کو خاص ملکہ حاصل ہے ۔" مسٹر مشیر حسین ندوائی مرحوم کو اپنی سیرت بیانی پر بڑا ناز تھا ، تھے بھی وہ بلا کے مقرر ۔ سونے پر سہاگا ہ پیشہ سے وکیل تھے ۔ لیکن جب سیرت نبویؐ کے ایک جلسہ میں انہوں نے حضرت سولانا صدرالدین صاحب کی تقریر سنی تو عش عش کر اٹھے ۔ اور اپنی صدارتی تقریر بں انہوں نے صاف اقرار کیا کہ آج سے انہوں نے اپنے بارے میں اپنی رائے بدل لی

ہے ۔سیرت نگاری کے معاملہ میں وہ حضرت مولاناصدرالدین صاحب کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔یہ دونوں واقعات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے آفیشل آرگن اخبار ”پیغام صلح “لاہور کی فائل میں موجود ہیں ۔ یہی حال آپ کی تحریر کا تھا ۔

ایک جگہ حضرت نبی کریم ﷺ کی سادہ زندگی کو بادشاہوں اورعامۃالناس دونوں کے لئے نمونہ قرار دیتے ہوئے حضرت مولاناصدرالدین صاحبؒ لکھتے ہیں :

”ملوکیت میں پبلک خزانہ کا بہت بڑا حصہ بادشاہوں اوران کے اقرباء پر صرف ہوتا رہتاہے یہ نفس پرستی اس جمہوریت کی روح کے خلاف ہے جو حضرت سرورکائنات ﷺ نے قائم کی تھی ۔ حضورؐ کا رہنا سہنا عامۃالناس کا سا رہنا سہنا تھا ۔حضورؐکا لباس عام لوگوں کا سا لباس تھا ۔وہی کھانا کھاتے تھے جو عام لوگ کھاتے تھے ۔اور فرمایا کرتے تھے : انا اجلس کما یجلس العبد و اکل کما یاکل العبد ۔ یعنی میں اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح خدا کا کوئی بندہ بیٹھتا ہے۔ اور اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح خدا کا کوئی بندہ کھاتاہے اوررسول کریم ﷺ غرباء کے ساتھ گھل مل کر مجلس کرتے تھے ۔اور غرباءاس پر فخر کرتے تھے ۔اور کہاکرتے تھے : کان رسول اللہ ﷺ یقعد منہا و یدنوا منا حتی تمس رکبتہ رکبتنا ۔یعنی حضورؐ ہمارے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے تھے ۔ یہاں تک کہ حضورؐ کا گھٹنا ہمارے گھٹنے سے چھوتا تھا ۔ غرض حضرت نبی کریم ﷺ نے نہ ہی امتیازی لباس زیب تن کیا اور نہ ہی طرح طرح کے کھانے اپنے دسترخوان پر آنے دئے۔ نہ محل اور سیر گاہیں تعمیر کرائیں نہ ہی اپنی ذات کے لئے خزانہ شاہی کا روپیہ پانی کی طرح بہایا ۔ اور نہ ہی اپنے اعزہ و اقارب کے لئے جاگیریں مقرر فرمائیں ۔بلکہ آپ فرماتے تھے : الفقر فخری ۔ بادشاہت کے ہوتے ہوئے فقیری کا رنگ

اختیار کرنا میرے لئے فخر کا موجب ہے ۔

جس طرح آپؐ کی زندگی نے بادشاہوں کے لئے حقیقی جمہوریت کا نمونہ قائم کیا اسی طرح آپ موت نے جمہوریت کی شان کو قائم کیا ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ، حضورؐ کو دو چادروں میں لپیٹ کر سپرد خاک کیا گیا تھا ۔ آپ کے جسم پر نہ ہی قمیص تھی ، نہ ہی ان کے سر پر عمامہ تھا ۔ بلکہ ان کی تدفین ایسی سادی ہوئی جو غریب سے غریب شخص کو میسر آ سکتی ہے ۔ یعنی ان کے لئے نہ ہی صندوق تیار کیا گیا اور نہ ہی قبر کی تیاری میں کوئی ایسا امتیازی رنگ اختیار کیا گیا تھا جو کسی عامی کو نصیب نہ ہو سکے ۔ زمین میں قبر کھودی گئی اور اس میں جسد اطہر کو رکھ دیا گیا ۔ قبر کی لمبائی پر مٹی کی لمبوتری ڈھیری استوار کی گئی ، جو اونٹ کے کوہان سے مشابہ تھی ۔ اس پر کنکریاں بچھادی گئیں اور اُس پر پانی چھڑک دیا گیا ۔ مختصراً یہ کہ حضورؐ ستودہ صفات کی زندگی اور موت دونوں بادشاہوں کے لئے اور عامۃ الناس کے لئے نہایت قابل قدر نمونہ ہے ۔"

(محمد مصطفیٰ ﷺ زمانہ حال کے پیغمبر ، اقوام عالم کے پیغمبر ۔ ص ۵۵ تا ۵۸)

سبحان اللہ! حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات اور تدفین کے واقعہ سے کتنا شاندار اور سبق آموز نکتہ ابھارا ہے ۔

اخبار 'پیغام صلح' لاہور کی سب سے بڑی خصوصیت جمعہ کا وہ بلند پایہ خطبہ ہے جو جامع احمدیہ لاہور میں امیر قوم دیا کرتے ہیں ۔ خطبات کا یہ مبارک سلسلہ سن ۱۹۱۴ء سے برابر چلا آرہا ہے ۔ حضرت امیر کی غیر حاضری میں جمعہ کا خطبہ جماعت کے دیگر بزرگ بھی دیتے رہے ہیں ۔ ان خطبات کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ احمدی خطیب نے جو قرآنی نکتہ ایک بار بیان کیا اسے دوبارہ دوہرایا نہیں ۔ اس طرح

ہر خطبہ اپنی جگہ ایک الگ مضمون ہے ۔ کم و بیش ایک صدی پر پھیلے ہوئے ان روحانی خزائن کا بہت ہی کم حصہ الگ سے کتابی شکل میں شائع ہوا ہے ۔ کچھ بزرگ اور نوجوان دوست اس مبارک کام کی تدوین میں لگے ہوئے ہیں ۔ اللہ تبارک و تعالی انکی کوششوں کو بارور کرے ۔ آمین۔ ثم آمین ۔

ہم نے بھی " بکھرے موتی " کے لئے لگ بھگ سارا مواد اخبار 'پیغام صلح' لاہور کی فائلوں سے ہی حاصل کیا ہے ۔ ایک مسلسل تقریر میں سے کسی ایک واقعہ کو اخذ کر کے الگ سے پیش کرنا کوئی آسان کام نہ تھا ۔ اس کے لئے کہیں کہیں ایڈیٹنگ لابدی ہوگئی ۔ اپنی اس حقیر کوشش میں ہم کہاں تک کامیاب ہو پائے ہیں ۔ اس کا فیصلہ ہمارے معزز قارین حضرات خود کریں گے ۔

آخر پر ہماری اللہ تبارک وتعالی سے یہی دعا ہے کہ وہ اس ناچیز کوشش کو شرف قبول بخشے ۔ اور اس کتاب کو تقویتِ ایمان و دین کا باعث بنائے ۔ یہی اس تالیف کا مقصدِ وحید ہے ۔ والسلام

احقر العباد

خورشید عالم ترین

ترین منزل ، بٹہ مالو سرینگر ، کشمیر

" احمدیوں کو کافر و مرتد کہنا ظلم اور ناانصافی ہے۔"

(مولانا محمد علی صاحب جوہرؔ)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
(۱)	اور پادری زویمر بھاگ نکلا ---	۸
	استغفار کا فلسفہ --------	۹
	اسلام اور عیسائیت میں عورت کا مقام ---	۱۰
	پادری زویمر کا فرار ------	۱۰
	حضرت مرزا صاحب کی برکات --	۱۰
(۲)	تو پھر میں بھی مسلمان ہوں ----	۱۲
(۳)	شریعت کی حقیقت اور اصل روح ---	۱۳
	مقررہ سمت سے تجاوز -----	۱۴
	ایک پادری کا اعتراض ------	۱۵
(۴)	اعمال کا ترازو --------------	۱۶
(۵)	دنیائے عیسائیت کا سب سے بڑا گرجا۔	۱۸
	کعبۃ اللہ اقوام عالم کے لئے کشش کا موجب ہے-------	۱۹
	کعبۃ اللہ ایک عظیم درسگاہ ہے--	۲۰
	کعبۃ اللہ توحید الٰہی کا مرکز ہے----	۲۰
	سب قوموں کا ایک خدا-------	۲۰
	قومی برتری خدا خوفی میں ہے ---	۲۱
	دنیا کو ایک کرنے والی آواز ----	۲۱
(۶)	اجتماعی زندگی کی برکات	۲۲
	(کعبۃ اللہ کی روحانی عظمت)---	۲۲
	اجتماعی زندگی کی بنیاد تقویٰ پر---	۲۳
	تقویٰ کا حق ------------	۲۳
	اجتماعی زندگی اور موجودہ مسلمان--	۲۴
	کعبۃ اللہ کا اجتماع عرفان الٰہی کا موجب ہے---	۲۴
	چند چشم دید واقعات -------	۲۵
	اجتماع کی برکات ---------	۲۷
(۷)	دورِ حاضر کا ابراہہ -----------	۲۸
	کعبۃ اللہ کی برکات ختم نہیں ہو سکتیں	۲۹
(۸)	محنت اور مشقت کا ثمر --------	۳۰
	سر فضل حسینؒ، کالی داس، قاید اعظمؒ، اور حکیم نور الدینؓ---	۳۰
	کتاب سر اللیالی کا مصنف----	۳۱
	ہمارے اسلاف کے علمی کارنامے۔	۳۱
(۹)	یہ لوگ پاگل ہیں ------------	۳۴
	جرمنی میں ہماری تبلیغی مساعی--	۳۴
	حضرت مرزا صاحب کی کرامت۔	۳۶
(۱۰)	ولایت کا دیسی پادری --------	۳۸
(۱۱)	ایک عالم فاضل جرمن کا قبول اسلام --	۳۹
	گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل کا اعتراف حق------	۳۹
(۱۲)	علامہ اقبالؒ اور احمدیت ----------	۴۱
	توردِ عمل کیا ہوگا ؟ ------	۴۲
(۱۳)	حضرت نبی کریم ﷺ کے حقیقی رشتہ دار (ایک کاٹھیاواڑی شیعہ سیٹھ سے گفتگو)---	۴۴

تمام مسلمان اہل بیت سے

محبت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ ۴۴

چند رشتہ داروں کی بات ۔۔۔۔۔ ۴۶

حضرت نبی کریمؐ کے حقیقی رشتہ دار۔ ۴۶

آیت کا غلط ترجمہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵

حضرت علیؓ کی خلافت کیوں

پیچھے رہی۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۵

نبیوں کی رشتہ داری عمل سے ہے۔ ۴۶

غیر رشتہ داروں سے نبی کریم کا برتاؤ۔ ۴۷

(۱۴) رشوت لینے اور دینے کے متعلق فتویٰ۔ ۴۹

ایک قابل تقلید واقعہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۴۹

خدا حقیقت کو دیکھتا ہے رسموں کو نہیں۔ ۵۰

(۱۵) پاکستانی معاشرہ کی خرابیاں اور ان کا علاج۔ ۵۱

پاکستانیوں میں حصول دولت کی وباء۔ ۵۲

اخلاقی بیماریوں کی اصل وجہ۔۔۔۔۔ ۵۲

(۱۶) نبی کریم ﷺ کا آخری پیغام ۔۔۔۔۔ ۵۳

آپؐ نے اپنے پسماندگان کے

لئے کچھ نہ چھوڑا۔۔۔۔۔ ۵۳

انگلستان کا شاہی خاندان اور خزانہ عامرہ ۵۴

دو قیمتی چیزیں جو حضورؐ نے

امت کیلئے چھوڑیں۔۔ ۵۴

مجدد زمانہ کا عمل قرآن و سنت پر۔۔۔ ۵۴

الہام کے مقابلہ میں سنتِ رسولؐ پر عمل ۵۵

(۱۷) ایک امریکن پادری سے گفتگو ۔۔۔۔ ۵۶

انجیل میں توحید و رسالت پر

ایمان کی تعلیم۔۔۔۔۔ ۵۹

(۱۸) مولانا شبلی نعمانیؒ سے ملاقات ۶۰

(۱۹) گاندھی جی سے ملاقات ۶۲

(۲۰) بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بے نظیر

عربی تصنیفات۔۔۔۔ ۶۴

ایک روسی عالم کی شہادت۔۔۔۔۔ ۶۵

علامہ شکیب ارسلان کی گواہی ۔۔ ۶۶

(۲۱) نفس لوامہ کا انتباہ اور اسکی خلاف ورزی کا نتیجہ ۶۹

ایک عبرتناک واقعہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۰

(۲۲) ایک مولوی کی کٹھ حجتی ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۱

حضرت عمرؓ کا عمل بالقرآن۔۔۔۔ ۷۱

(۲۳) بشپ لیفرائے اور حضرت مرزا صاحبؑ۔ ۷۲

لیفرائے کی تلملاہٹ۔۔۔۔۔۔۔ ۷۳

(۲۴) نماز جنازہ کی دعا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۹

(۲۵) ووکنگ مسجد کی نماز عید ۔۔۔۔۔۔ ۸۱

(۲۶) استعارہ، مجاز اور متشابہ کلام پر عقائد کی

بنیاد موجب فتنہ ہے ۔۔۔ ۸۳

توریت و انجیل میں متشابہہ کلام۔۔۔ ۸۳

حضرت مرزا صاحبؑ کے عقائد۔۔ ۸۵

ایک ملاقات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۹

ہر زبان میں مجاز اور استعارہ کا استعمال۔ ۹۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بکھرے موتی

(۱)

اور پادری زویمر بھاگ گیا ......

پادری زویمر بڑا خرانٹ آدمی تھا۔ بیس سال مصر اور شام وغیرہ میں رہ کر اس نے عربی میں کمال حاصل کیا اور اسلام کی مخالفت میں لکھتا رہا۔ وہ وہاں مساجد کے مولویوں کے پاس جاتا اور ان سے سوال کرتا : "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں؟" مولوی صاحب کہتے ، جی ہاں۔ "کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردے زندہ کرتے تھے ؟" "مولانا ، کیا وہ پرندوں کے خالق تھے ؟" "مولانا ، کیا وہ غیب کی باتیں جانتے تھے؟" مولوی صاحب ہر بات کی "جی ہاں" کہہ کر حامی بھر دیتے۔ "مولانا کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور آخری زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آئیں گے ؟" مولوی صاحب جواب دیتے ، "جی ہاں ، وہ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں آئیں گے۔" یہ باتیں کر کے وہ چلا جاتا۔

جن دنوں میں ووکنگ مسجد لندن میں تھا ، ایک مرتبہ پادری زویمر میرے پاس بھی آیا۔کہنے لگا میں آپ کو اپنی دوستی کا پیغام پیش کرتا ہوں۔ میں غصہ سے کھڑا ہو گیا۔اور غضبناک ہو کر کہا ، تم نے بیس سال تک میرے آقا حضرت محمد ﷺ کو گالیاں دیں ،آپؐ کی شان میں گستاخیاں کیں۔میرے آقاؐ کے خلاف تیرے دل و

دماغ میں زہر بھرا ہوا ہے ، اور تو مجھے اپنی دوستی کا پیغام دیتا ہے ؟ میں نے اس قدر زور سے پاؤں زمین سے مارے کہ وہ گھبرا گیا ، کہ شاید مولانا ابھی خنجر جیب سے نکال کر ہم پر وار کردیں گے ۔ اس کی عورت بھی سراسیمہ ہوگئی ۔

استغفار کا فلسفہ

اس نے جرأت کی اور پوچھا ۔ مولوی صاحب ، کیا محمد (ﷺ) کو حکم ہے وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (۴۷: ۱۹) کہ اپنے گناہوں کے لئے بخشش چاہو ۔ اس آیت سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ معاذ اللہ گنہگار تھے ، اسی لئے انہیں استغفار کی تلقین کی گئی ۔ میں نے کہا ، سنو پادری صاحب ، اس میں ایک فلسفہ ہے جس سے نہ تم خود واقف ہو اور نہ تمہارے آبا و اجداد واقف تھے ۔ عربی زبان میں غَفَرَ کے معنی ہیں ڈھانپ لینا ۔ ہم نماز کے بعد استغفار پڑھتے ہیں ، تو کیا اس کی یہ وجہ ہے کہ ہم نے کوئی بدکاری کی ہے جس پر ہم نادم ہیں اور استغفار پڑھتے ہیں ؟ نہیں ۔ بلکہ بسا اوقات عبادت کرتے ہوئے انسان بہک جاتا ہے اور اس کے سر میں غرور و تکبّر پیدا ہوجانے کا احتمال ہوتا ہے ۔ کہ ہم بڑے نمازی اور پرہیزگار ہیں ، اس لئے اللہ نے فرمایا کہ استغفار پڑھا کرو ، تاکہ غرور اور تکبّر اورکوئی شیطانی خیال تمہارے قریب نہ آئے ۔ یہ ہے فلسفہ استغفار کا ۔ تم اس سے نا آشنا ہو۔ دیکھو قرآن کریم میں آیا ہے : اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَ رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّاباً (۱۱۰ : ۱ تا ۳) ۔ یعنی جب مکہ فتح ہوگیا اور خدا کا نام بلند ہوا ، بدکاری ، بداخلاقی ، بے حیائی اور بے شرمی مٹ گئی تو خدا تعالیٰ کا مشن پورا ہوگیا ۔ اور جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہو گئے ۔ اسلام کی حکومت اور بادشاہت قائم ہوگئی ۔ ایسے موقعہ پر جب دولت ، اقتدار اور عہدہ ہاتھ آجائے اور بادشاہت مل جائے تو دماغ خراب ہوجاتا ہے ۔ دل میں تکبّر و نخوت پیدا

ہو جاتی ہے۔اس لئے فرمایا وَ اسْتَغْفِرْ ہُ استغفار پڑھا کرو ۔ تاکہ دماغ میں غرور پیدا نہ ہو۔

اسلام اور عیسائیت میں عورت کا مقام

اس پر پادری صاحب نے فوراً پینترا بدلا اور کہا کہ اسلام میں عورت کی قدر نہیں کی گئی ۔ میں نے کہا ، اسلام نے عورت کو جو عزّت دی ہے وہ اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے جو تمہارے مذہب میں اس کی بے قدری کی گئی ہے ۔ میں نے اس کی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ، کہ یہ تمہاری عورت ہے ۔ تمہارا ایمان ہے کہ یہ گناہ کی جڑھ ہے ۔ اگر یہ پیدا نہ ہوتی تو نسل انسانی گنہگار نہ ہوتی ۔ آدمؑ کو جنت سے نہ نکالا جاتا ۔ تمہارا اعتقاد ہے کہ یہ عورت شیطان کی نانی ہے ۔اور تمام گناہ اسی سے دنیا میں آیا ۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا) کہ ماں کے قدموں میں جنت ہے ۔ دیکھا آپ نے ، جنت کو عورت کے قدموں پر گرا دیا ۔ یعنی عورت کا مقام جنت سے اعلیٰ ہے ۔ کیا یہ عورت کی تعظیم و تکریم ہے یا بے قدری ؟ تمہارے نزدیک از روئے انجیلؔ عورت کا یہ گھٹیا مقام ہے کہ وہ گناہ کی جڑھ ہے ۔

پادری زویمرؔ کا فرار

یہ سن کر کہنے لگا ، اچھا میں کل پھر آؤنگا ۔ میں نے شدت سے کہا کہ آپ کل نہیں آسکتے ۔ کیا جو شخص شکست کھاکر جائے وہ پھر آسکتا ہے ؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ دوسرے دن اس کا کارڈ آگیا جس میں لکھا تھا کہ میں نہیں آسکتا ۔

حضرت مرزا صاحبؓ کی برکات

یہ سب حضرت مرزا صاحبؓ کی برکت ہے ۔ کہ اس نے دجال کے مقابلہ میں ہمیں دلائل اور براہین کے ہتھیاروں سے مسلح کیا ، اور وہ علم الکلام عطا کیا جس کے ذریعہ سے باطل اور طاغوتی طاقتوں پر ہم غلبہ پا رہے ہیں ۔ اس دجالی قوم کا مقابلہ

ہر طرح سے حضرت امام الزمان نے کیا اور ان کے گھروں میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اس سے بڑھ کر اس کامیابی کیا ہوسکتی ہے ؟

(ماخوذاز خطبہ جمعہ ۳۱ اگست ۱۹۶۲ء ، مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۵ ستمبر ۱۹۶۲ء)

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھا تھا :

"میرزاغلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کرکے صبر کرلیا جائے ۔۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں ، اورجب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کرکے دکھا جاتے ہیں ۔مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ، ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔اوراس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کاجو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ۔ انکی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔ تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔ ۔۔ میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کرچکا ہے۔اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ۔ اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جب کہ وہ اپنا کام کرچکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے ۔ اس لئے کہ وہ وقت لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جب کہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا ۔ اور مسلمان جو۔۔۔اسکی حفاظت پر مامور تھے ۔۔۔اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کرسکتے تھے ۔۔۔(اسوقت مرزا صاحب) نے اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا۔"

(اخبار 'وکیل' امرتسر ۱۹۰۸ء)

(۲) تو پھر میں بھی مسلمان ہوں

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس کو بطور سائنس پیش کیا جاسکتا ہے ۔ یہ فخر کسی اور مذہب کو حاصل نہیں ۔ "اسلام" قوانین اور قواعد الٰہی کی تابعداری کو کہتے ہیں ۔اور ایسی فرمانبرداری کرنے والے کو "مسلم" کہاجاتاہے ۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے ۔ فرمایا له اسلم من فی السمٰوت و الارض (سورۃ آل عمران ۳ : ۸۲)یعنی آسمان و زمین کی ہر چیز اطاعت الٰہی میں مصروف یعنی "مسلم" ہے ۔ اس طرح ساری کائنات کا دین اسلام ہوا۔ یہ وسعت ہندو یا عیسائی وغیرہ کے مذہب میں نہیں ہے ۔

مجھے لندن میں ایک گرجا گھر میں تقریر کرنے کا موقعہ ملا ۔ دوران تقریر لفظ "مسلم" آگیا ۔ میں نے اس کی تشریح کی اور کہا کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس کا مذہب خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے ۔ لیکن لفظ "عیسائی" ہمہ گیر نہیں ہے ۔ کیونکہ "عیسائی" کے معنی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے چلنے والا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود عیسائی نہ تھے ۔وہ خدا کے احکام کی پیروی کرتے تھے ۔ یعنی"مسلم" تھے ۔ جب کہ تم عیسائی ہو ۔ اسلام فطرت کا دین ہے ۔ جس میں احکام الٰہی کی فرمانبرداری سکھائی گئی ہے ۔ اور اسی وجہ سے اس کے ماننے والے "مسلم" کہلاتے ہیں ۔ لیکچر کے بعد جلسہ کا پریزیڈنٹ اٹھا اور کہا :

"I am also a Muslim" یعنی میں بھی مسلمان ہوں ۔

غرض وہ دین جو حضور سرورکائینات ﷺ نے دنیاکو دیا وہ عالمگیر ہے ۔ اور ساری کائینات کا دین ہے ۔ یہ اس بیسویں صدی (اب اکیسویں صدی ۔ مرتب) کا مذہب ہے ۔ یہ اس علم و عقل کے زمانہ کا مذہب ہے ۔اسکے اندر وہ حقائق ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کرسکتا ۔ (ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ،۷افروری ۱۹۶۵ء)

(۳) شریعت کی حقیقت اور اصل روح

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے :

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَ الْكِتَابِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ و.الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِ هِمْ اِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَاسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاسِ اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ ۲ آیت ۱۷۷)

ترجمہ ۔ ”بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اسکی محبت کے لئے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے اقرار کو پورا کرنے والے ۔ جب وہ اقرار کریں۔ اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف میں اور مقابلہ کے وقت ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں۔“

یعنی مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف ۔ یہ کوئی بڑی نیکی نہیں ۔ ایک عیسائی عبادت کرتے ہوئے مشرق کی طرف منہ کرتا ہے ۔ اور ایک مسلمان مغرب کی طرف ۔ مشرق ہو یا مغرب سب اللہ تعالیٰ کی اطراف ہیں ۔ ہر سمت پر خدا ر ہے ۔ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کر لینا کوئی اصل مقصد نہیں ، بلکہ اصل مقصود

اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا جو حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے وہ انکے نظام کے لئے ہے ۔

شریعت کی حقیقت اور اصل روح

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تصوف کا ایک سبق دیا ہے ۔ تصوف کیا ہے ؟ شریعت غرا کی حقیقت اور اس کی روح کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہی تصوف ہے ۔ اصل با شریعت تو وہی لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کے احکامات کی معرفت عطا فرمائی ہے ۔ اور وہ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں ۔ورنہ شریعت کے ظاہری ڈھانچہ پر ہی پنجہ مارنے سے تو شریعت صرف چھلکے کی حیثیت تک محدود ہوکر رہ جاتی ہے ۔اور وہ اس کی غرض و غایت کو نظر انداز کردیتے ہیں ۔ شریعت پر تو یہودیوں نے بھی عمل کیا ۔ انہوں نے اس کے ظاہری الفاظ پر بڑی شدت سے پنجہ مارا ، حقیقت کی طرف کوئی توجہ نہ رہی ۔ بلکہ اس کے تئیں بالکل غافل ہوگئے ۔ قرآن کریم شریعت کے ظاہری ڈھانچہ کو ہی نہیں سکھلاتا بلکہ اس کی روح کو اپنانے کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے ۔ یہی تصوف ہے ۔اور یہی قرآن کریم کی اصل غرض ہے ۔

مقررہ سمت سے تجاوز

ایک دفعہ ہماری اس جامع احمدیہ میں ، جہاں ہم جمعہ کے لئے جمع ہوئے ہیں ۔ایک صاحب آئے ، اچھے پڑھے لکھے تھے ۔ کہنے لگے اس مسجد کی سمت صحیح طور پر کعبۃ اللہ کی طرف نہیں ۔ میں نے کہا ، ہماری مسجد کی سمت بالکل اسی طرف ہے جس طرف لاہور کی دیگر مساجد کی ہے ۔ لیکن بفرض محال اگر جیسا تم کہتے ہو ، کچھ فرق بھی ہے ، تو کیا ہماری نمازیں اکارت گئیں ؟ نہیں ، ہرگز نہیں ۔ اللہ کی نگاہ قلب پر ہے ۔ ایسا نہیں کہ تھوڑا بہت منہ صحیح سمت سے ادھر اُدھر ہوگیا تو بس اللہ میاں خفا ہوگئے ۔ ہم خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں ، اور اس کی تعظیم بجا

لاتے ہیں ۔ اور اس کے آگے جھکتے ہیں ۔ اپنا ماتھا اس کے سامنے زمین پر رگڑتے ہیں ۔ یہی عبادت ہے ۔ نہ کہ سو فی صدی صحیح سمت کی طرف منہ کرلینا ۔ اس نے کہا غلطی ہوئی جو ایسا سوال ذہن میں آیا ۔ سو بعض لوگوں کو ظاہری چھلکے سے بڑی محبت ہوجاتی ہے ۔ اور اصل حقیقت ان کی نگاہ سے اوجھل ہوجاتی ہے ۔

ایک پادری صاحب کا اعتراض

ایک دفعہ شملہ کے گرجا گھر میں لیکچر دینے کے لئے مجھے دعوت ملی ۔ گرجا میں انگریز مرد اور انگریز عورتیں جمع تھیں ۔ ان میں چند مسلمان اور ہندو بھی تھے ۔ لیکچر ختم ہونے پر ایک پادری صاحب اٹھے اور کہنے لگے کہ لیکچر میں بیان کئے گئے مضمون کے متعلق تو میں کچھ سوال نہیں کرنا چاہتا ۔ ہاں اگر اجازت دیں تو اسلام کے متعلق کچھ پوچھ لوں ۔ پادری صاحب نے کہا ۔ آپ نے توحید پر بڑا زور دیا ہے ۔ لیکن آپ کی توحید کہاں ہے ؟ مسلمان تو حضرت محمد (ﷺ) کی قبر کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں ۔ میں نے جواباً کہا کہ پادری صاحب کو غلط فہمی ہے ۔ مسلمان مکّہ کی طرف منہ کرتے ہیں نہ کہ مدینہ کی طرف ۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ مکّہ میں مدفون نہیں بلکہ مدینہ میں لیٹے ہوئے ہیں ۔ جو مکّہ سے اڑھائی سو میل دور ہے ۔ اس نے پھر کہا کہ آپ مکّہ کہ طرف منہ کرتے ہیں تو ذرا سا منہ اس سے ہٹ جانے پر تو خود بخود منہ قبر کی طرف ہوجائے گا ۔ اور مسلمانوں کے ذہن میں محمد (ﷺ) کی عظمت اور ان کا خیال تو پہلے سے موجود ہے ۔ میں نے کہا ، آپ کو معلوم ہے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان بھی بستیاں ہیں ۔ وہاں بھی مسلمان ہی رہتے ہیں ۔ تو ان کی پیٹھ حضرت نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرف ہوجاتی ہے ۔ مسلمان موحد ہے ، وہ نماز پڑھتے وقت آنحضرت ﷺ کے مزار مبارک کی طرف پیٹھ کرکے کھڑا ہوجاتا ہے ۔ اس نے یہ اعتراض بھی کیا کہ مسلمان کعبہ کی پوجا کرتے ہیں ۔ تو میں نے یہ

آیت کریمہ پڑھ کر سنائی : فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ (سورہ قریش ۱۰۶ آیت ۳)۔

"اس گھر کی عبادت نہیں کرنا، بلکہ اس گھر کے رب کی عبادت کرنا۔"

غرض جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان میں حقیقت کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور۔ مجریہ ۹ نومبر ۱۹۵۵ء)

(۴) اعمال کا ترازو

قرآن پاک فرماتا ہے:

لنا اعمالنا و لکم اعمالکم (سورۃ البقرہ ۲ آیت ۱۳۹)

ترجمہ۔ ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں۔

اس آیت سے یہی نکلتا ہے کہ انسان کی عظمت و فضیلت کا انحصار نیک اعمال پر ہے۔ اعمال کے سوا اور کسی صورت سے فضیلت و عظمت کا ڈھنڈورا پیٹنا بے فائدہ ہے۔ اعمال خود فیصلہ کریں گے کہ تم معزز ہو یا نہیں۔ اگر ہمارے اعمال کم تر ہونگے، ناقص ہونگے تو تم ہم پر سبقت لے جاؤ گے۔ اور اگر ہمارے اعمال اچھے ہوئے تو ہم کہیں گے کہ ہمیں تم پر سبقت حاصل ہے۔

اعمال کا ذکر آیا تو مجھے یاد آگیا کہ کسی زمانہ میں رنگ محل میں ایک ہندو عطار کی دوکان تھی۔ گوبند رام اس کا نام تھا۔ وہ ہندو دوا سازی میں یکتا تھا۔ میں نے بھی اس سے ایک دفعہ معدے کے کیلئے جوارش جالینوس خریدی۔ دوا بڑی مفید

اور صاف ستھری بنی ہوئی تھی ۔ کس قدر خوشبو تھی ، طبیعت اسے دیکھ کر خوش ہو جاتی
تھی۔ بڑے اعلیٰ درجے کی دوائی تھی ۔ میں نے پھر دلّی کے اجمل دوا خانہ سے وہی دوائی منگوائی ۔ لیکن وہ خراب نکلی اس کا رنگ و بو خراب تھا ۔ وہ بہت خراب تھی ۔ ہندو امانت اور دیانت اور اعمال میں بڑھ گیا ۔ اعمال بڑا اندھا اور مشکل ترازو ہے ۔ یہ کسی مسلمان یا ہندو کا لحاظ نہیں کرتا ۔

ایک اور واقعہ سن لیجئے ، خان بہادر محمد اسماعیل صاحب راولپنڈی کے ایک مشہور تاجر تھے ۔ ایک دفعہ کسی میم صاحبہ نے ان کی دوکان سے سرکہ کی ایک بوتل خریدی ۔ جس کے بعد اس نے شکایت کی کہ سرکہ خراب ہے ۔ خان بہادر محمد اسماعیل صاحب نے سرکہ بنانے والی انگریز فیکٹری کو اطلاع دی کہ آپ کا ارسال کردہ سرکہ خراب ہے ۔ فیکٹری والوں نے لکھا کہ آپ سارے کا سارا سرکہ نالی میں پھینک دیں ۔ ہم اس کی قیمت آپ کے نام آپ کے حق میں جمع کردیتے ہیں ۔ خان بہادر صاحب نے یہ خط ملنے پر خود سرکہ کا ٹیسٹ کیا ۔ وہ خالص اور صحیح نکلا ۔ خان بہادر نے انہیں پھر لکھا کہ میں نے سرکہ خود دیکھا ہے ۔ وہ صحیح ہے ۔ میں پھینکتا نہیں ۔ آپ رقم وصول کرلیں ۔ یہاں ایک مسلمان کا کردار ہے ۔ ادھر ایک کافر کا کردار ہے ۔ کافر لندن میں بیٹھا ہوا ہے ، جرح نہیں کرتا کہ میری چیز درست تھی ۔ خان بہادر محمد اسماعیل صاحب مرحوم سات نمازیں (پانچ فرض نمازیں ، چاشت اور تہجد کی نمازیں) پڑھتے تھے ۔ انہوں نے ساری عمر جھوٹ نہیں بولا ، ان کا کردار بہت بلند نظر آتا ہے ۔ خدا تعالیٰ کے ہاں ایسا ہی تقویٰ قابل قبول ہے ۔ کردار اور عمل فیصلہ کرتا ہے کہ کونسا انسان اچھا ہے اور کونسا بُرا ۔

آج ہمارا پاکستانیوں کا وہ کریکٹر نہیں ۔ جہاں جایئے تصویر اچھی نظر نہیں

آتی۔ لین دین میں درستی نہیں ۔ معاملات ، تعلقات اور کاروبار میں راستی نہیں ۔ حالانکہ پاکستان کے قیام کی بنیاد ہی اس بات پر تھی کہ یہ پاک ملک ہوگا ۔ مسلمانوں کا ملک ہوگا ۔ایمان و انصاف کا ملک ہوگا ۔ تقویٰ و طہارت کا ملک ہوگا ۔ مواخات اور بھائی چارہ مستحکم تر ہوگا ۔ اسلام اور توحید و رسالت کا گہوارہ ہوگا ۔ امن ہوگا ، سلامتی ہوگی ، عہد و معاہدات کی پابندی ہوگی ۔ ایک دوسرے کی عزت و احترام کو ملحوظ رکھا جائے گا ۔ پاکستان تو بن گیا ، لیکن یہ سب چیزیں نظر نہیں آتیں۔ ہماری یہ تصویر اچھی نہیں ہے ۔ ابھی تک ہمارے اندر مسلمان کی صفات پیدا نہیں ہوئیں ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور، ۷ فروری ۱۹۶۸)

(۵) دُنیائے عیسائیت کا سب سے بڑا گرجا

دُنیائے عیسائیت کا سب سے بڑا گرجا اٹلی میں ہے ۔ جب میں اٹلی پہنچا تو اس گرجا کو دیکھنے کے لئے گیا ، جو دنیا کے تمام گرجوں سے بڑا ، سب سے زیادہ خوبصورت اور شاندار ہے ۔ اس کا ایک خاص تقدس ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پطرس حواری کے نام پر گرجا بننے کی پیشین گوئی کی تھی ۔ اس بنا پر اس گرجا کو سینٹ پیٹرس چرچ کہا جاتا ہے ۔ اس کی تعمیر پر سارے یورپ نے اپنے خزانے انڈیل دیئے ۔ اس کے پہلو میں دریا ہے جس نے اس کی شان کو اور بڑھا دیا ہے ۔ وہ ایک سرسبز شاداب وادی میں واقع ہے ۔ وہ ایک نہایت متمدن اور دلکش شہر میں واقع ہے۔ اس کے آگے ایک بہت بڑا صحن ہے ۔ میں جب اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ داہنی طرف سینٹ مرقس کا بت رکھا ہوا ہے ۔ جس کا ایک پاؤں آگے بڑھا ہوا

ہے ۔اور جو کوئی آتا ہے سب سے پہلے اس کے پاؤں کو بوسہ دیتا ہے ۔ سارا بت سیاہ ہے ۔ لیکن بوسہ دینے کی وجہ سے پاؤں چاندی کی طرح چمکتا ہے ۔ اور اندر جب گیا، کیا بتاؤں کیا سنہری اور روپہلی کام اس کی دیواروں اور چھتوں پر کیا ہوا ہے ۔ اسکی محراب نہایت ہی خوبصورت اور نہایت ہی شاندار ہے ۔ اس کی زیارت کے لئے دور دور سے لوگ آتے ہیں ۔ میں نے محافظ سے کہا کہ میں اتوار کے دن عبادت میں شامل ہونے کے لئے آؤنگا ۔ وہ کہنے لگا یہاں کوئی عبادت نہیں ہوتی ۔ میں حیران رہ گیا کہ اتنا بڑا مقدس گرجا اور عبادت کوئی نہیں ؟ میں نے کہا ساتھ ہی پوپ صاحب کا محل ہے ، کیا وہ بھی یہاں عبادت کے لئے نہیں آتے ؟ کہنے لگا پوپ صاحب نے محل میں ایک چھوٹا سا گرجا بنا رکھا ہے ۔ وہ وہیں عبادت کرتے ہیں ۔ یہ گرجا تو زیارت کے لئے ہے ۔یا کبھی کوئی اہم اجتماع ہو تو اس وقت اس گرجا میں عبادت ہوتی ہے ۔(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ پیغام صلح لاہور ۲۵ مارچ ۱۹۵۹ء)

کعبۃ اللہ اقوام عالم کے لئے کشش کا موجب ہے

اس کے مقابل پر مکّہ کے کعبۃ اللہ کو دیکھو ، جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ (قرآن ١٤ : ٣٧) ، ایک لق و دق صحرا کے اندر بنایا، جہاں نہ پھل ہیں نہ پھول نہ دریا نہ چشمے ۔ وہاں آج بھی ساری دنیا کے لوگ لاکھوں کی تعداد میں کھنچے چلے آتے ہیں ۔ ان کے رنگ مختلف ، ان کی نسلیں مختلف ، قومیتیں مختلف ، ان کے ممالک اور وطن علیحدہ ، ان کے تمدن الگ الگ ، اس کے باوجود سب کے سب اس غیر ذی زرع وادی میں جمع ہو کر توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کا عملی ثبوت پیش کرتے ہیں ۔

کعبۃ اللہ ایک عظیم درسگاہ ہے

یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا کمال ہے کہ اس عملی نظارہ سے دنیا کو وحدت کا سبق دیا ۔ اور وہ سبق ہر سال دیاجاتا ہے ۔ یہ دنیا بھر کے فسادات کو مٹانے والا سبق ہے ۔ آج آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں فساد کس چیز کا ہے ۔قومیت اور وطن کے اختلاف نے نسل انسانی کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے ہیں ۔ اور سب کے سب ایک دوسرے کے در پے ہیں ۔ کعبۃ اللہ اسی اختلاف کو مٹانے کا ایک کارگر ذریعہ ہے ۔

خانہ کعبہ توحید الٰہی کا مرکز ہے

بت پرستی بھی انسانیت کو گرانے کا موجب ہے ۔ یورپ بت پرست ہے ۔ رومن کیتھولک یقین کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیھاالسلام خدائی صفات رکھتی ہیں ۔ اور نسل انسانی کی نجات ان پر ایمان لانے سے وابستہ ہے ۔ مہاتما بدھ کو بھی خدائی مقام پر سمجھا جاتا ہے ۔ اور ان کی عبادت کی جاتی ہے ۔ دلائی لامہ نے ہندوستان میں پہنچ کر بدھ کی مورتی کی پرستش کی ، اور ہندو قوم میں کرشن جی کے علاوہ درختوں ، پتھروں اور سانپوں تک کی پوجا ہوتی ہے ۔ ایک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو توحید کا سبق دینے آئے اور ہر قسم کے شرک کودور کرکے خانہ کعبہ کو توحید کا مرکز بنایا ۔

سب قومیں ایک خدا کی مخلوق ہیں

دنیا میں زبان ، رنگ نسل اور مشرق و مغرب کا اختلاف بڑا خطرناک ثابت ہواہے ۔ قرآن کریم میں ان سب کا ذکر موجود ہے ۔ فرمایا **وللہ المشرق و المغرب** (۲ : ۱۱۵) مشرق اور مغرب کی سب اقوام خدا کی مخلوق اورمربوب ہیں ۔ ان کو اختلاف کا ذریعہ بنانا صحیح نہیں ۔ **و من اٰیاتہٖ خلق السماوات و الارض و اختلاف السنتکم و الوانکم** (۳۰ : ۲۲) تمارے رنگوں اور بولیوں کا اختلاف بھی خدا کی

پیداوار ہے۔ اس کو ایک دوسرے سے مناقشت کا ذریعہ بنانا خدا کی توہین کرنا ہے۔ پھر فرمایا یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثیٰ و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (۴۹ : ۱۳) یہ نسلی اختلافات بھی کوئی چیز نہیں۔ ہم نے تمہیں ایک ہی مرد (آدمؑ) اورایک ہی عورت (حواؑ) سے پیدا کیا۔ اس لئے تم سب کی نسل ایک ہی ہے۔ ہم نے تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے ہیں تا کہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ۔

اصل برتری خدا خوفی میں ہے

مختلف اقوام کو نہ چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے پر برتری جتائیں ، اور بعض حصہِ انسانیت کو حقارت سے دیکھیں ۔ خدا کے نزدیک برتری کا ذریعہ ایک ہی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقا کم (قرآن ۴۹ : ۱۳)۔یعنی اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ قوم ہے جو خدا خوف ہے۔ خدا خوفی ہی فضیلت کا موجب ہے۔ اگر مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد خدا خوف ثابت نہیں ہوتا تو وہ خدا کے نزدیک قابل عزت نہیں۔ وہ محض کلمہ پڑھ لینے سے جنت میں نہیں جاسکتا۔ فرمایا ساری قوموں کے لئے عزت کا معیار ایک ہی ہے۔ کہ ان میں خدا خوفی ہو ، نیک عملی ہو ، جس میں یہ خوبی نہیں وہ خدا کے نزدیک قابلِ عزت نہیں ۔ اور فرمایا۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون (قرآن ۱۶ : ۱۲۸)۔ اللہ تعالیٰ کی معیت ان لوگوں کے ساتھ ہے جو خدا خوفی رکھتے ہیں ۔ اور نیکیوں کے بجالانے میں اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں ۔ یہی ساری قوموں کے لئے ذریعہ نجات ہے۔

دینا کو ایک کرنے والی آواز

انہی تعلیمات کے لحاظ سے خانہ کعبہ کو مبارکاً کہا۔ اور بتایا کہ جس قدر ہیکل اور معبد دنیا میں ہیں انکی برکات ختم ہوجائیں گی ۔ اور صرف خانہ کعبہ ہی کی

برکات ہمیشہ کے لئے دنیا میں باقی ہیں ۔ کیا یہ آواز جو دنیا کو ایک کرنے والی ہے کسی اور وطن اور کسی اور قوم نے بلند کی ؟ دنیا کو ایک کرنے والی یہ آواز صرف محمد رسول اللہ ﷺ نے ہی بلند کی ۔ اور اس کا مشاہدہ عملی رنگ میں دنیا ہر سال کعبۃ اللہ میں دیکھتی ہے ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ پیغام صلح لاہور ۲۴ جون ۱۹۵۹ء)

(٦) اجتماعی زندگی کی برکات

(کعبۃ اللہ کی روحانی برکات)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُو اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعاً وَ لَا تَفَرَّقُوْا

(آل عمران ۳ آیت ۱۰۱ تا ۱۰۲)

ترجمہ ۔ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ اللہ کا تقویٰ کرو ، جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے ۔ اور تم نہ مرو مگر ایسی حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو ۔ اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو ۔“

(ترجمہ ، مولانا محمد علیؒ)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجتماعی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اجتماعی زندگی انسان کی قوت اور عزت کا باعث ہے ۔ اجتماعی زندگی سے قوم بڑے پیمانے پر نیکی کے کام انجام دے سکتی ہے ۔ افراد اتنے بڑے پیمانے پر نیکی کے کام نہیں کرسکتے ۔ اسی لئے پیغمبر خدا ﷺ نے اجتماعی زندگی پر بہت زور دیا

ہے۔ اور مسلمان قوم کی بنیاد ہی اجتماعی زندگی پر رکھی گئی ہے ۔ یورپین مصنفین کا حضرت نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ اعتراف ہے کہ

"The greatest organiser that the world has ever seen."

یعنی آپؐ دنیا بھر میں ایک بہترین منتظم تھے ۔ان جیسا تنظیم کرنے والا اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا ۔

اجتماعی زندگی کی بنیاد تقویٰ پر

فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُو اللّٰہَ ۔ دیکھو ، ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے اجتماع کی بنیاد تقویٰ پر ہو ۔ بدی تمہارے نزدیک نہ آئے ، اور نہ حصول دنیا تمہارا مطمع نظر ہو ۔ یہ قرآن کریم کے اسی حکم کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں نیکی اور اخلاق کے وہ نمونے دکھائے کہ دنیا دیکھ کر حیران رہ گئی ۔ جہاں مسلمان تاجر گیا اس نے تجارت میں اخلاق دکھائے کہ دلوں کو موہ لیا ۔ مسلمان مزدور نے مزدوری کے اندر بھی اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا ۔مسلمانوں نے اپنی نیکی اور تقویٰ سے دلوں پر حکومت کی ۔ ان کے سپاہی بدنظری نہ کرتے تھے ۔ بلکہ عفت کی زندگی بسر کرتے تھے ۔ ایراؔن فتح کیا ، شاؔم فتح کیا ، لیکن لوگ حیران ہوتے کہ یہ سپاہی ہیں یا فرشتے ۔ سپیؔن میں مسلمان گئے ، سات سو سال وہاں مسلمانوں نے حکومت کی۔ یوں ہی کوئی قوم اتنے لمبے عرصے تک حکومت نہیں کرسکتی ، جب تک اس کے اندر حکومت کی اہلیت اور اعلیٰ اخلاق موجود نہ ہوں ۔

تقویٰ کا حق

اِتَّقُو اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو ، جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے ۔خدا کا خوف اس حد تک ہو جتنی خدا کی عظمت اور شان ہے ۔ تم ایک تھانیدار سے اس کی حیثیت کے مطابق ڈرے ہو۔ ایک ڈپٹی کمشنر سے اس کی حیثیت کے مطابق ، ایک گورنر سے اس کی حیثیت کے مطابق ۔ تو خدا کی جبروت اور کبریائی اور علم محیط کے پیش نظر

تقویٰ اختیار کرو۔ خدا کی نگاہ دلوں پر ہے ۔ وہ ہماری نیات ، ہمارے ارادوں ، ہمارے دلی خیالات سے خوب واقف ہے ۔ اس لئے اپنے ارادوں اور نیات کو صاف رکھنا چاہیئے۔

اجتماعی زندگی کی تلقین اور مسلمانوں کی موجودہ حالت

تقویٰ جو اجتماعی زندگی کی اساس ہے ، اس کے متعلق تلقین کرنے کے بعد فرمایا ۔ **وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً** اجتماعی زندگی اختیار کرو ۔ **وَ لاَ تَفَرَّقُوْا** دیکھو ، تفرقہ اختیار نہ کرنا ۔ حکم دیا کہ تمام کے تمام مسلمان ملکر خدا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو ۔حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ۔ **اَلْقُرْآنُ حَبْلُ اللّٰهِ الْممدُودُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الاَرْضِ** ۔ قرآن خدا کی وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ہے ۔ تو اللہ کا ارشاد ہے کہ تمام کے تمام مسلمان قرآن کے اوپر متحد ہو جائیں۔ لیکن آج یہ حال ہے کہ اکثر مسجدوں کے امام ، اکثر مولوی اور علماء اسی قرآن کو ہاتھ میں لیکر تفرقہ کی تعلیم دیتے ہیں ۔ سب اپنی اپنی مسجد کو مسلمانوں کی مسجد سمجھتے ہیں ۔ اور دوسروں کی مساجد کو کفر کی جگہیں قرار دیتے ہیں ۔سب یہی کہتے ہیں کہ ہمارے سوائے دوسرے فرقوں والے جنت میں نہیں جائیں گے ۔ایسے تفرقوں سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے ۔ اس کا ارشاد ہے ۔ **وَ لاَ تَفَرَّقُوْا** ۔ ہر شخص جس سے تفرقہ پڑتا ہے وہ خدا کے غضب کے نیچے ہے ۔ اس لئے تفرقہ چھوڑ دو ۔ دوسروں کو کافر کہنا چھوڑدو ۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں ۔حضور نبی کریم ﷺ نے اس امر پر بیعت کی کہ ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کا جذبہ دلوں میں پیدا کیا جائے ۔

خانہ کعبہ کا اجتماع عرفان الٰہی کا موجب ہے

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں ،

جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے ۔ یہ جو ہر سال خانہ کعبہ میں اجتماع ہوتا ہے ، یہ حضرت نبی کریم ﷺ کی غیر معمولی تنظیمی قابلیت کا ثبوت ہے ۔ تمام مسلمان جو وہاں جمع ہوتے ہیں ۔ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں ۔یورپ والے حیران ہیں کہ ایسا بڑا اجتماع ہر سال ہوتا ہے ۔جس سے مسلمان کے اندر اتحاد و اتفاق کی لہر زیادہ تیز ہوجاتی ہے ۔ اور اجتماعی زندگی کی ترقی ہوتی ہے ۔

چند چشمدید واقعات

ایک دفعہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب ؒ کے بڑے فرزند سلطان احمدؒ صاحب ، جو بڑے قابل آدمی تھے ، اور ڈپٹی کمشنر ریٹائر ہوئے ۔ ۱۹۱۴ء میں میرے ساتھ انگلستان گئے ۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے ان کو بعض دینی کمزوریوں کی وجہ سے عاق کردیا ہوا تھا ، اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو جائداد سے بھی محروم کردیا تھا ، وہ تو سب کچھ ان کو دیا جو اُن کا حق تھا ۔ لیکن ان سے قطع تعلق کرلیا ۔ ایک دفعہ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؒ نے انہیں حضرت مرزا صاحبؒ کے سامنے پیش کرکے عرض کیا کہ حضور سلطان احمد معافی مانگتا ہے ۔ فرمایا ابھی اس کے خیالات اورعادات درست نہیں ہوئے ۔ تو جب میں پہلی مرتبہ تبلیغ کے لئے ولایت گیا تو مرزا سلطان احمد صاحب بھی میرے ساتھ گئے ۔ وہ وہاں پہنچے تو پہلی عالمگیر جنگ شروع ہوگئی ۔ تمام غیر ملکی لوگ وہاں سے بھاگ گئے ۔ میں تو گیا ہی اس لئے تھا کہ وہاں کام کروں ، اس لئے میں وہیں رہا ۔ بعد میں مرزا سلطان احمد صاحب نے سنایا کہ جب وہ واپس آرہے تھے تو حج کے دن قریب تھے ۔ کہنے لگے میں نے خیال کیا کی چلو میلہ ہی دیکھ آئیں ۔ جیسے دوسرے میلے ہردوار وغیرہ کے ہوتے ہیں ۔ میں نے خیال کیا کہ یہ بھی ایک میلہ ہی ہوگا ۔ لیکن جب میں عرفات کے میدان میں کھڑا ہوا تو عجیب نظارہ دیکھا ،کہ ایک ریتلا ملک ، کوئی چشمہ ، کوئی سبزہ

زار نہیں ، لیکن چاروں طرف جدھر نگاہ جاتی ہے ، آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں، اور سب ایک ہی لباس میں ۔ شاہ و گدا کا کوئی فرق نظر ان میں نہیں ۔ سب ایک خدا کے آگے لبیک لبیک پکار رہے ہیں ۔ اس سے دل پر چوٹ لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام حق ہے ۔ عرفات کے میدان میں واقعی عرفان حاصل ہوتا ہے ۔ دجّال (یورپین اقوام ۔ ناقل) حیران ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر بات میں خدا کی حمد و تقدیس کی فضا پیدا کی ہے ۔ اور آپؐ کے ہر فعل سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے بتایا کہ میں اس نظارہ کو دیکھکر زاروقطار رویا ۔ اور دل میں کہا ، اے سلطان احمد تیری ساری زندگی خراب ہوئی ۔ اس نظارے نے میرے خیالات کو بدل دیا ۔ غرض ہر سال لوگ مکہ جاتے ہیں ، اور یہی عرفان لیکر آتے ہیں ۔

ایک دفعہ میں مالیرکوٹلہ گیا ۔ اسٹیشن پر جو لوگ آئے ہوئے تھے ان میں ایک داڑھی والا تھا ۔ اس نے آگے بڑھکر السلام علیکم کہا ، میں نے پہچانا نہیں اور معمولی طرح سے جواب دے دیا ۔ اس نے دوسری طرف سے آکر پھر السلام علیکم کہا ۔ میں نے پھر ویسے ہی جواب دے دیا ۔اسی طرح اس نے تین چار مرتبہ کیا ۔ اور میں نے نہیں پہچانا ۔ آخر اس نے پوچھا ، آپ مجھے پہچانتے نہیں ، میں نواب احسان علی ہوں ۔ میں نے کہا ، میں آپ کو شناخت نہیں کرسکا ۔انہوں نے کہا ، آپ سچ کہتے ہیں ۔پہلے جب آپ نے دیکھا تھا میں داڑھی منڈا تھا ۔ اور اب چہرے پر لمبی ریش ہے ۔اس وقت میں مہاراجہ پٹیالہ کا ہم نوالہ ہم پیالہ تھا ۔ مہاراجہ اپنی بد کرتوتوں کی وجہ سے بیمار ہوگیا ۔ میں اس کے لئے یورپ سے دوائیاں اور ڈاکٹر منگواتا تھا ۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ مہاراجہ کی حالت بُری ہوگئی ۔ اس کا تمام گوشت ہڈیوں سے جدا ہوگیا ۔ اور نہایت بُری حالت میں اس کی موت ہوئی۔ اس موت کو

دیکھ کر میرے دل پر بہت اثر ہوا ، اور خیال کیا کی اگر میرے یہی کرتوت رہے تو میری بھی موت ایسی ہی ہوگی ۔ میں اسی وقت خانہ کعبہ چلا گیا ۔ اور وہاں سر بسجود ہوکر اتنا رویا کہ بے ہوش ہوگیا ۔اسی وقت سے یہ میری داڑھی بڑھی ہوئی ہے ۔

ایسا ہی مجھے ایک دفعہ حیدر آباد دکن جانے کا اتفاق ہوا ۔ وہ کوئی ریاست نہ تھی بلکہ بہت بڑی سلطنت تھی ۔ اس کے اندر بڑے بڑے علماء و فضلاء ، بیسیوں اور سینکڑوں نواب رہتے تھے ۔ ایک ان میں نواب سر نظامت جنگ تھے ۔ وہ ٹھاٹھ اور رعب کے انسان تھے ۔ یورپ کے ایسے تعلیم یافتہ تھے کہ انگریزی نثر اور نظم دونوں پر لاجواب قدرت رکھتے تھے ۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور ہر فعل انگریزی شان کا حامل تھا ۔ یہ شخص کعبۃ اللہ گیا تو وہاں اس قدر عرفان حاصل ہوا کہ تمام قسم کی فرنگیت جاتی رہی۔

اجتماع کی برکات

یہ اس روحانی اجتماع کا اثر ہے جو خدا تعالیٰ کی عظمت کا نظارہ پیش کرتا ہے۔ اجتماع کا بڑا فائدہ ہوتا ہے ۔ یہ طبیعتوں کی اصلاح کا باعث ہے ۔ اس سے دلوں کا زنگ اتر جاتا ہے اور دل پر روحانی پالش چڑھ جاتی ہے ۔ اللہ کا حکم ہے : اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَۃً (البقرۃ ۲ : ۲۰۸) یعنی سب کے سب ایک ہو جاؤ ، سب کا شعار پوری فرمانبرداری ہو ، نفس پرستی قریب نہ آئے ۔ بلکہ قربانی اور خدمت کے جذبے سے دلوں کو معمور کیا جائے ۔(ماخوذ از خطبہ جمعہ، اخبار پیغام صلح لاہور ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء)

شیخ الازہر (مصر) علامہ محمد شلتوت مرحوم کا فتویٰ

"الاستاذ شلتوت نے پرزور طریق پر بڑے جذبے سے کہا کہ احمدی ہمارے مسلمان بھائی ہیں وہ اسی کلمہ طیبہ پر ایماں و اعتقاد رکھتے ہیں جس پر ہمارا اعتقاد و ایمان ہے ۔"

(ایسٹ افریکن ٹائمز، یکم ستمبر ۱۹۶۳ء)

(۷) دورِ حاضر کا ابرہہ

جس طرح ابرہہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے کا قصد کیا اور عبرتناک عذاب کا نشانہ بنا ۔ اسی طرح برطانیہ کے فیلڈ مارشل لارڈ کچنر Lord Kitchner (۱۸۵۰ء تا ۱۹۱۶ء) کا حال ہوا ۔ میں ولایت میں تھا تو پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوگئی ۔انگریز اور روسی متحد تھے ، جرمنوں کے خلاف تھے ۔اس سے پیشتر لارڈ کچنر نے دعویٰ کیا تھا کہ میں خانہ کعبہ کو (نعوذباللہ) اصطبل بناؤں گا ۔ جب وہ سوڈان میں تھا تو اس وقت اس نے مہدی سوڈانی کی ہڈیاں قبر سے نکال کر دریائے نیل میں بہادی تھیں ۔ ابرہہ کا یہ بیٹا میرے سامنے غرق ہوگیا ۔ وہ ایک جنگی جہاز میں روسیوں کی مدد کے لئے بہت سا سازوسامان لیکر سکاٹ لینڈ سے چل کر روس کے شمالی حصہ کی طرف جا رہا تھا ، کہ جرمن آبدوز نے اسے فوراً ہی آلیا اور جس کچنر نے کعبۃ اللہ کو اصطبل بنانا تھا اور جس نے مہدی سوڈانی کی ہڈیاں دریا میں بہا دی تھیں اس کو خدائے کعبہ نے غرق کرکے دکھا دیا ۔ میں نے اس کی غرقیابی پر

جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب کی شہادت حقہ

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مرحوم کے سابقہ دست راست)

”قادیانیوں کا معاملہ صاف ہو تو بھی لاہوری احمدیوں کا معاملہ اس قدر صاف نہیں ہے ۔ چونکہ وہ مرزا غلام احمدؒ صاحب کو صرف ایک مجدد مانتے ہیں ۔ اور اس بناء پر ان کی تکفیر کسی طرح صحیح نہیں ۔“

”تحریک جماعت اسلامی ۔۔ ایک تحقیقی مطالعہ“ از جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب ۔ ص ۱۹۰

خوشی منانے کے لئے اپنی مسجد پر جھنڈا لہرا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ جنگ کا زمانہ ہے اس قسم کا فعل پُر ازخطرہ ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا اس خوشی کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ آج ہم نے خدا کی قدرت کا ایمان افروز مشاہدہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے دشمن کو غرق کیا ہے۔ اس کا کہیں اتہ پتہ نہ چل سکا اور اس کی لاش تک حاصل نہ ہوسکی۔

کعبۃ اللہ کی برکات ختم نہیں ہوسکتیں

قرآن کریم میں لکھا ہے : اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعَالَمِیْنِ (سورہ ال عمران ۳ : ۹۶) یعنی وہ پہلا عبادت کا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا ، یقیناً وہی ہے جو مکّہ میں ہے۔ اس گھر کو اللہ نے مبارک بنایا یعنی اس گھر کی برکات کبھی ختم نہ ہونگی۔ دجّال (یعنی یورپین اقوام۔ مرتب) اس کو ختم نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ قیامت تک یہ لوگوں کیلئے برکت اور ہدایت کا روحانی مرکز ہے۔ اسکی برکات دائمی ہیں۔

(ماخوذاز خطبہ جمعہ مندرجہ اخبارپیغام صلح لاہور ۵ مارچ ۱۹۶۹ء)

مولانا عبدالمجید صاحب سالکؔ مرحوم کی رائے

”میں نہ قادیانی مرزائی ہوں نہ لاہوری۔ میرے عقائد ایک سیدھے سادھے مسلمان کے ہیں۔ لیکن تکفیر کا سخت دشمن ہوں ، مرزائیوں کو بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتا ہوں، جس طرح اہلِ قرآن ، اہل حدیث ، حنفی ، شافعی ، رافضی ، خارجی سب مسلمانوں کے فرقے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ میں مرزا صاحب اور آپ کے پیروؤں کو کافر نہیں سمجھتا۔“

(نوازشنامے ۔ص ۱۶ ، مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی)

(۸) محنت اور مشقت کا ثمرہ

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے :
اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ ۔یعنی بڑے مدارج کا ملنا مشکل کام کرنے سے وابستہ ہے ۔ (بحوالہ "ضرورتِ حدیث"، ص۲۷۶، از مولانا صدرالدینؒ)

روزہ کی فرضیت اور افادیت پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد حضرت مولانا موصوف نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا :۔

روزہ مشقت اور طہارت و تقویٰ کی زندگی پیدا کرنی چاہتا ہے ۔ مشقت کی زندگی بسر کرنا بڑا مفید ہے ۔ لکھنؤ کے ایک نواب صاحب کا ذکر ہے کہ انہیں اطلاع دی گئی کہ دشمنوں نے حملہ کردیا ہے ، اور وہ شہر کے کنارے پر آگئے ہیں ۔ نواب صاحب کہنے لگے ، میں تو پلنگ پر جاگ رہا ہوں ، لیکن کمبخت نوکر ہی نہیں کہ مجھے جوتے پہنادے ۔ انہوں نے مشقت کی زندگی چھوڑ کر سہل انگاری کو زندگی کی غرض و غایت سمجھ لیا ۔ حالانکہ مشقت ہی انسان کو بڑا بناتی ہے ۔

سر فضل حسینؒ ، کالی داس ، قائداعظمؒ اور مولانا حکیم نورالدینؓ

سر فضل حسین جب بیرسٹر بن کر آئے ، تو انہوں نے ابتداء میں سیالکوٹ میں پریکٹس شروع کردی ۔سیالکوٹ میں بھی سب سے معزز خاندان آغا صفدر کے دادا کا تھا ۔ اقبالؒ بھی وہاں آتے جاتے تھے ، اور سر فضل حسین مرحوم بھی ۔ مجھے بھی وہاں جانے کا اتفاق ہوتا تھا ۔ سر فضل حسینؒ کہتے تھے کہ میں دس دس روپے

کی خاطر گرمی کے ایام میں رات کو دس بارہ بجے تک مطالعہ کرتا ہوں ۔ ان کی قابلیت اور کردار کی وجہ سے انگریز ان سےڈرتا تھا ۔ کردار پیدا نہیں ہوسکتا جب تک محنت و مشقت کا عادی نہ ہو ۔کوئی اخبار نویس اچھا نہیں ہو سکتا جب تک اس کا مطالعہ بڑا وسیع نہ ہو ۔ کالی داس ٹریبونؔ اخبار کا ایڈیٹر تھا ۔ وہ بلا کا انسان تھا ، اس کا مطالعہ بڑا وسیع تھا ، اس کے قلم سے لاہور کا سول اینڈ ملٹری گزٹؔ بھی ڈرتا تھا ۔ ہمارے قائد اعظمؒ بھی بہت بڑے انسان تھے ۔ ایک یورپین نے ان سے ملاقات کے بعد کہا :

"I met a gaint" میں ایک دیو ہیکل انسان سے مل کر آیا ہوں ۔

وہ جسم کے لحاظ سے تو دیو ہیکل نہیں تھے البتہ ان کے علم نے ان کو دیو ہیکل بنا دیا تھا۔ علامہ حضرت حکیم نورالدینؒ نے جب جموںؔ چھوڑا اس وقت ان کے پاس ایک لاکھ روپے کی لائبریری تھی ۔ انہوں نے تمام پبلشروں کو لکھا ہوا تھا کہ جب بھی کوئی نئی کتاب نکلے مجھے بھجوائی جائے ۔

کتاب سر اللیالی اور اس کا مصنف

علامہ حضرت حکیم نورالدینؒ نے مجھے ایک کتاب "سراللیالی" پڑھنے کو دی ۔ یہ فلالوجیؔ یعنی علم اللسانؔ کی کتاب تھی ۔ اور بڑی محنت سے لکھی گئی تھی ۔ اس کتاب میں انگریزی ، فرانسیسی اور عربی زبان پر بحث ہے ۔ اس کے مصنف نے واقعی کمال کردیا ہے ۔ کتاب کے مصنف کا نام احمد فارسؔ ہے ۔ وہ ایک ترک تھا ، جو فرانسؔ اور انگلستان میں ترکیؔ کا سفیر رہا ۔ انگلستان میں انہوں نے ایک انگریز عورت سے شادی کی تھی ۔ انگریزی میں بھی مہارت حاصل کرلی تھی ۔ عربی ان کی مادری زبان تھی ۔

میں جب انگلستان گیا تو انڈیا آفس کا ایک شخص میرے پاس آیا ، اس نے

کہا کہ ایک لڑکی کی دادی انتقال کرگئی ہے ۔ وہ مسلمان تھی ، پوتی کی خواہش ہے کہ اس کی تدفین اسلامی طریقہ سے ہو ۔ ان کی خواہش ہے کہ آپ اس موقعہ پر ان سے عملاً ہمدردی کریں ۔ چنانچہ میں انکے یہاں پہنچا ۔ وہ پوتی کاکیشیآ کی پری معلوم ہوتی تھی۔ انگریزی میں اس کانام روز (Rose) تھا ۔ باپ دادا نے اس کا نام وردہ یعنی گلاب رکھا تھا ۔ اس خاتون نے نہایت ادب اوراحترام سے مجھے اپنی نشت گاہ میں بٹھایا ۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا ساتھ کے کمرہ میں میری دادی اماں استراحت کر رہی ہیں ۔ ان کو چل کر دیکھ لیں ۔ جب میں اس کمرے میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مرحومہ کی چھاتی پر قرآن کریم رکھا ہوا ہے ۔قرآن کریم کا یہ نسخہ زرق برق تھا ۔ اس خاتون نے کہا ، اس قرآن کی برکت سے میری دادی اماں کو جنت نصیب ہوگی ۔ اس لئے یہ نسخہ ان کے ساتھ دفن کر دوں گی ۔ میں نے کہا کہ قرآن کو دفن نہیں کیا جاسکتا ۔اس پراس نے وہ قرآن اٹھا کر مجھے دے دیا کہ آپ اس کو پڑھا کریں ، تو اس کا ثواب دادی اماں کو نصیب ہوگا ۔ میں نے کہا میرا مقصد یہ نہیں کہ قرآن کو میں خود لے لوں ۔ یہ اعلیٰ درجہ کی وراثت ہے آپ کے گھر میں رہنی چاہیے ۔ چنانچہ اس خاتون نے وہ قرآن شریف کا نسخہ سنبھال کررکھ لیا ۔ اس خاتون نے بتایا کہ میرے دادا جان جنکا نام احمد فارس تھا رات کے وقت موم بتی کی روشنی میں کتاب لکھا کرتے تھے ۔ اس سے میں نے سمجھ لیا کہ یہ احمد فارسؔ کا مکان ہے ۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنی کتاب کا نام ”سرالليالی “ رکھا تھا ۔غرض محنت اور مشقت سے انسان کو بلندی حاصل ہوتی ہے ۔

ہمارے اسلاف کے علمی کارنامے

ہمارے اسلاف نے علم کے پھیلانے میں بڑی بڑی محنتیں کیں ۔ امام ابن تیمیہؒ نے تین سو کتابیں لکھیں ۔ ابن جریرؒ نے تفسیر قران کی تیس جلدیں تالیف کیں۔

قاضی ایازؒ نے حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت پر کتاب لکھی ۔ ابن رشدؒ فلسفہ کے باعث اور ابن سیناؒ حکمت کے باعث یورپ میں مشہور رہے ۔ آپ کا یہ ورثہ بتلاتا ہے کہ مشقت کی زندگی سے ہماری قوم بلند ہوگئی ۔ یورپ جس وقت بے علمی کی تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا ، علم کی روشنی اسے نصیب نہیں ہوئی تھی ، بت پرستی اور توہم پرستی کا شکار تھا ۔ اس وقت سپین میں آپ کے بزرگوں نے اُسے علم و حکمت کی تعلیم دی ۔ اہل یورپ آج بھی ابن رشدؒ کے فلسفہ اور ابی سیناؒ کی حکمت کے قائل ہیں ۔اور اس بات کے معترف ہیں کہ یورپ کو مسلمانوں نے علم سکھایا ہے ۔ یہ سب آپ کے بزرگوں کی محنت و مشقت کا نتیجہ تھا ۔ لہٰذا قوم کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ مشقت کی زندگی بسر کرے ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۶ء)

سر سید احمد خان مرحوم کی رائے

"حضرت مرزا صاحب کی نسبت زیادہ کدوکاوش کرنی بے فائدہ ہے ۔ ایک بزرگ زاہد نیک بخت آدمی ہیں ، جو کچھ خیالات ان کے ہوگئے ہیں بہت سے نیک بخت آدمی ہیں جن کو اس قسم کے خیالات پیدا ہو چکے ہیں ۔ ہم کو ان سے نہ کچھ فائدہ ہے نہ نقصان ۔ ان کی عزت اور ان کا ادب کرنا بسبب انکی بزرگی اور نیکی کے لازم ہے ۔ ان کے خیالات کی صداقت و غیر صداقت سے بحث محض بے فائدہ ہے ۔ ہمارے مفید صرف ہمارے اعمال ہیں ۔ انکے اچھے ہونے پر کوشش کرنی چاہیئے ۔"

(نقد ابوالکلام ۔ ص ۷۵ ۔ ۷۴)

(۹) ---- یہ لوگ پاگل ہیں

جب ہم شروع شروع میں تبلیغِ اسلام کے لئے یورپ گئے تو کہا جاتا تھا کی یہ پاگل لوگ ہیں ۔ بھلا یورپ اسلام قبول کرسکتا ہے ؟ انگریزوں جیسی صاحبِ علم قوم ، ان کا رعب ، ان کی وسیع سلطنت اور غلبہ و سطوت بھلا اجازت دے سکتا ہے کہ وہ اسلام قبول کریں ؟ لیکن آج یہ دن ہے کہ انہی "پاگل" لوگوں کی کوششیں بارور ہوئیں اور وہی انگریز اسلام اور قرآن کی مدح و ثنا کررہا ہے

<u>جرمنی میں ہماری تبلیغی مساعی</u>

برلن میں جب میں پہلے دن ناشتہ کی میز پر بیٹھا تو دو خواتین جو بڑے معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں میرے پاس آئیں ، اور انہوں نے کہا کہ کیا اس روشنی کے زمانے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ خیال رکھتے ہیں کہ جرمن جیسی علم و فضل کی مالک قوم مسلمان ہو جائے گی ۔ میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکتا تھا ۔ سوائے اس کے کہ اللہ کی جناب میں گرتا ، اور اسی مالک حقیقی سے عرض کرتا کہ مولا ! تیرے کلام کا علم ان لوگوں کے علم سے بڑھ کر ہے ۔ تو ان کے اندر وہ روح پھونک دے کہ وہ تیرے پاک کلام کو سنیں اور اسے قبول کریں ۔ آخر کار

ڈاکٹر ابوالحسن منصور صاحب

(پی ۔ ایچ ۔ ڈی۔)

"میں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی کاروائی برلن میں دیکھی ہے ----- میرا خیال ہے کہ جو کوشش اور ہمت اس انجمن نے اشاعت اسلام کے متعلق صرف کی ہے ۔اس کی نظیر آج کل دنیائے اسلام کی کوئی انجمن نہیں پیش کرسکتی ۔ تمام مسلمانان ہند ودیگر ممالک اسلامیہ کے لئے میرا مشورہ ہے کہ اشاعتِ اسلام کے بارے میں انجمن کی تقلید اور تائید کریں ۔"

(شہادتِ حقہ ۔ص۱۰۶)

وہ دن بھی میں نے دیکھاکہ وہی خواتین سارے برلن میں تبلیغ کرتی پھرتی تھیں کہ اسلام برحق ہے ۔اور مسلمان ہونے والوں کو اپنے پاس سے کپڑے اور ہر قسم کی امداد دیتی تھیں ۔ پھر ایک ایسا آدمی بھی مسلمان ہوا جس پر ڈاکٹر اقبال مرحوم فخر کرتے تھے ۔ اور کہتے تھے کہ جو مضامین ڈاکٹر مارقوسؔ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی توصیف میں لکھے ہیں وہ ایسے بے نظیر ہیں کہ میں نے کبھی کسی پیدائشی مسلمان کی تصنیف میں بھی نہیں دیکھے ۔اسی سلسلہ میں ماہنامہ "اشاعت الحق" سرینگر اپنے "مولانا صدرالدین نمبر" میں لکھتا ہے :

"ڈاکٹر اقبال مرحوم ایک دفعہ بیمار ہوئے ، تو حضرت مولانا صدرالدین ان کی مزاج پرسی کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے ۔ ڈاکٹر صاحب کو جب معلوم ہوا کہ مولانا تبلیغ اسلام کے لئے جرمنی جارہے ہیں تو آپ فرمانے لگے، مولوی صاحب ، جرمنی میں ڈاکٹر مارقوسؔ ایک بہت بڑے فلسفہ دان عالم ہیں ۔ عربی فارسی بھی جانتے ہیں ۔اگر آپ کے ذریعہ وہ مسلمان بن جائیں تو میں آپ کے کمال کا قائل ہوجاؤں گا ۔ ڈاکٹراقبال طالب علمی کے زمانہ میں اس کے علم و فضل سے متاثر ہوئے تھے ۔"

(ماہنامہ "اشاعت الحق" سرینگر فروری ومارچ ۱۹۸۲ء)

ایک اور جگہ ڈاکٹرمارقوسؔ کے قبولِ اسلام کی دلچسپ روداد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :

"ڈاکٹر مارقوسؔ ایک بہت بڑے فاضل جرمن تھے ۔ ان سے میری ملاقات ہوئی ۔ یہ وہ شخص ہے جس کے متعلق ڈاکٹر اقبال نے مجھے کہا کہ ڈاکٹر مارقوسؔ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی جو تعریف کی ہے اس سے بڑھ کر کسی مسلمان نے نہیں کی ۔ وہ میرے دوست ہوگئے ۔ اکثر میرے پاس آیا جایا کرتے تھے ۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوسکتے ۔ اس لئے کہ ان کے اخلاق بہت بلند ہیں ۔اور ان کا علم بڑا وسیع ہے ۔ میں نے

بھی کبھی ان کو مسلمان ہونے کے لئے نہیں کہا ۔ ویسے ان سے اسلام کی باتیں ہوتی رہتی تھیں ۔ جب میں جرمنی سے واپس آنے لگا ، تو لوگوں نے پارٹیاں دیں ۔ لیکن ڈاکٹر مارقوس مسلمان نہ ہوئے ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے التماس کی کہ وہ اپنے فضل سے ان کا دل اسلام کے لئے کھول دے ۔ میرے آنے میں تین دن باقی تھے کہ ان کا خط آیا ۔ میں نے خط کھولنے سے پہلے ہی کہدیا کہ اس میں اس کے مسلمان ہونے کی خوشبو آرہی ہے ۔ خط کھول کر دیکھا تو لکھا تھا ، میں دو ہفتہ سے بے قرار ہوں ۔ ہمارے ہاں دستور ہے کہ جب کوئی دوست یا عزیز کہیں جانے والا ہو تو اس کو کوئی تحفہ دیا جاتا ہے ۔ میں فکر میں تھا کہ کیا تحفہ آپ کو دوں ۔ میری سمجھ میں اس سے بڑھکر کیا تحفہ آپ کے لئے ہوگا کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں ۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔"

(ماخوذ از اخبار پیغام صلح لاہور۔ ۲۳ مئی ۱۹۶۲ء)

حضرت مرزا صاحبؒ کی کرامت

یہ کس طرح ہوا ؟ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ، اس کے رسول ﷺ کی عظمت کے لئے امام الوقت حضرت مرزا صاحبؒ اور آپ لوگوں کی (ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مراد ہیں ۔ مرتب) قربانیوں کی وجہ سے ہوا ۔ یہ مسلمانوں کی دولت کا نتیجہ نہیں ، بلکہ مقدر ایسا ہی تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام آئے ۔ اور اس کی بھرپور مخالفت ہو ۔[1] اور مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود مسیحِ محمدیؐ کی

---

(۱)۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کشفی نگاہ نے علمائے سوء کی غیر منصفانہ حماقتوں کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا۔ مسلمانوں کو خبردار کرنے کے لئے لکھتے ہیں : "نزدیک ہے کہ ظاہری علماء مسیح موعود کے اجتہادات سے ، بوجہ ان کے دقیق ہونے اور باریک ہونے کے انکار کرجائیں ۔ اور ان کو کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف جانیں ۔" (مکتوبات ج ۲ ۔ مکتوب ۵۲ ترجمہ از فارسی) ۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جماعت کی قربانیوں سے یورپ میں اسلام کے متعلق انقلاب پیدا ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربانیوں کو قبول فرمایا ۔اس وقت جب قوم کہہ رہی تھی کہ یورپ اسلام کو نہیں مان سکتا ۔امام الوقت حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحبؒ نے برملا اعلان فرمایا کہ احرار یورپ اسلام کی طرف آرہے ہیں ۔

ع آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

(درّثمین)

لوگ کہتے کہ یہ مرزا کی دیوانگی ہے ۔ لیکن وہ مرد خدا کہتا :

ع آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ ، میں کرتا ہوں اس کا انتظار

(درّثمین)

یہ غیر معمولی کرامت ہے ۔ جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ اس کرامت کو دیکھ کر بھی امام الوقت کی مخالفت کرنا کتنی بڑی بدبختی ہے ؟

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور یکم اگست ۱۹۵۹ء)

(بقیہ حاشیہ)

یہی بات آثار میں بھی ملتی ہے۔ چنانچہ عصر حاضر کے نامور عالم دین جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی ؒ لکھتے ہیں : ”جب مہدی سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کے لئے مقابلہ کریں گے ۔تو علمائے وقت جو فقہا کی تقلید کے عادی اور اپنے گدی نشینوں اور باپ دادا کی تقلید کے خوگر ہیں ، کہیں گے کہ یہ شخص ہمارے دین اور ملت کو برباد کرنے والا ہے ۔اور مخالفت پر اٹھ کھڑے ہونگے ۔اور اپنی عادت کے موافق ان پر کفر اور گمراہی کا حکم صادر کریں گے ۔“

(حجج الکرامہ ، ص ۳۶۳ ترجمہ از فارسی)

(۱۰) ولایت کا دیسی پادری

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے میں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب ؒ کے بڑے فرزند مرزا سلطان احمدؐ صاحب ۱۹۱۴ء میں ولایت گئے۔ وہ جنگ کا زمانہ تھا۔ تاہم ہماری تبلیغ سے لوگ دھڑا دھڑ مسلمان ہو رہے تھے۔ وہاں کے پادریوں کو اس کی فکر ہوئی۔ انہوں نے ہندوستان سے ایک پادری کو بلوایا، جو مسلمان سے عیسائی ہوا تھا۔ اس کی عمر ۵۵۔ ۶۰ سال تھی۔ رنگ سیاہ تھا۔

گرجا میں اس کی تقریر کا اشتہار دیا گیا۔ ہم بھی وہاں پہنچ گئے۔ میں نے خیال کیا کہ وہ اسلام پر نکتہ چینی کرے گا اور میں اس کا جواب دوں گا۔ اور پبلک پر واضح کروں گا کہ علم اور مطالعہ کی بناء پر وہ مسلمان سے عیسائی نہیں ہوا۔ بلکہ اور ہی اغراض پیش نظر تھیں۔ وہ ہماری پگڑیاں دیکھ کر کچھ گھبرا گیا۔ اور اپنی ساری تقریر میں اسلام کا نام تک نہ لیا۔ جب وعظ ختم کیا تو میں ڈائس پر چڑھا اور کہا کہ میں بھی کچھ سنانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا، میرے پاس وقت نہیں۔ تاہم میں نے کہا کہ یہ میرے پاس قرآن ہے، اس میں سے کچھ سنائیں کیونکہ آپ مسلمان سے عیسائی ہوئے ہیں۔ لیکن اسے جرأت نہ ہوئی اور بھاگ گیا۔ میں نے لوگوں کو بتایا کہ یہ شخص قران بھی نہیں پڑھ سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ مذہبی تحقیق سے عیسائی نہیں ہوا ہے۔ اس کی تبدیل مذہب کی اغراض کچھ اور ہیں۔

پھر لندن میں اس کے لیکچروں کا اہتمام کیا گیا۔ وہاں اس نے کہا، سنو لوگو! مذہب دو ہیں اسلام اور عیسائیت۔ لیکن عیسائی مذہب بڑا آسان ہے۔ جس میں تمام گناہوں کا بوجھ یسوع مسیح نے اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام بڑا مشکل مذہب ہے۔ اس میں نماز روزے کا بڑا قصہ ہے۔ انگریز بڑے سمجھدار تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ اس کے مقابلہ میں کچھ کہتے تو اس کا

اتنا اثر نہ ہوتا۔ اور اسلام کی معقولیت اس قدر ثابت نہ ہوتی جتنی اس کے اس لایعنی اور غیر معقول بیان سے ثابت ہوئی ہے ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۵ ستمبر ۱۹۶۲ء)

(۱۱) ایک عالم فاضل جرمن کا قبول اسلام

ایک دفعہ میں جرمنی میں ایک جلسہ میں اسلام پر لیکچر دے رہا تھا ، ایک پچاس سالہ آدمی ، دراز قد ، سر کے بال اترے ہوئے ، چہرہ فراخ اور پیشانی روشن ، جسم مضبوط ، وہ میرا لیکچر سن کر بولا ، صاحب ! میں حیران ہوں اور خوش بھی ، کیونکہ میرے دل میں مذہب کی جو تصویر ہے وہ بعینہٖ آپ نے پیش کردی ، آپ نے میرے دل کی صحیح ترجمانی کی ہے ۔ اس پر میں نے اس کے سینے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے یہ آیت پڑھی :

بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْم (سورۃ ۲۹ : آیت ۴۹)

یعنی یہ وہ تعلیمات قرآنیہ ہیں جو پہلے سے ہی اہل علم کے سینوں میں رکھ دی گئی ہیں۔ اس آیت نے مجمع میں ایک عجب کیفیت پیدا کردی۔ اور خود اس شخص کا چہرہ سرور سے روشن ہوگیا ۔ اس نے اسی وقت اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل کا اعتراف حق

ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے ، گورنمنٹ کالج لاہور کے سابق پرنسپل میجر سٹیفنسن (Stephenson) ایک اعلیٰ پائے کے عالم تھے ۔ بڑے ہی خوش اخلاق اور خوش شکل انسان تھے۔ جب میں پہلی بار ولایت سے وطن واپس لوٹا ، تو میرے اعزاز میں مرحوم نواب ذوالفقار علی خان نے پر تکلف دعوت دی ۔ اس دعوت میں

مسلمانوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی شریک تھے ۔ ان میں میجر موصوف بھی تھے ۔ وہ میرے ہی قریب بیٹھے ہوئے تھے ۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا ، وہ کونسے امور ہیں جو انگریزوں کو مسلمان بنانے میں آپ کو کامیاب کردیتے ہیں ؟ میں نے کہا ، میرے پاس دو نہایت اہم باتیں ہیں اور ان دونوں باتوں کی وجہ سے میں کامیاب ہوں ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جوں جوں علم کی روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے ، عیسائیت کے معتقدات مدھم پڑتے چلے جاتے ہیں ۔ آج یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ انسان دل سے عیسائی نہیں ہے۔ اگرچہ وہ رسمی طور پر گرجا جاتا ہوا نظر آئے ۔

دوسرا امر یہ ہے کہ میرا مذہب ریشنل (rational) ہے ۔اس کے لئے علم نے انگلستان کے دل کی زمین تیار کر دی ہے ۔ انگریز اہل علم ہیں ۔ ان کا ذہن صاف ہے ۔ میں عمدہ بیج ڈالتا ہوں ، پھل آجاتا ہے ۔

میجر سٹیفنسن نے یہ سن کر فوراً کہا کہ میں بھی عیسائی نہیں ہوں ۔ اور میں کبھی رسمی طور پر بھی گرجا نہیں گیا ۔ آپ نے جو باتیں کہی ہیں وہ معقول ہیں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ میں مسلمان ہوں ۔غرض قرآن کریم کی اس خوشخبری کے مطابق کہ اہل علم قرآن کریم کی تعلیمات کی صداقت کا اعتراف کرتے رہیں گے ۔ احرارِیورپ اسلام قبول کررہے ہیں ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۳۰ اگست ۱۹۶۱ء)

۔۔۔کی میرے دل میں عزت

جناب خواجہ حسن نظامی مرحوم

”مرزا صاحب کی میرے دل میں عزت ہے اگرچہ کہ میں اُن کے کسی دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا لیکن انہوں نے مسلمانوں میں ایک دینی احساس رکھنے والی اور مخالفین اسلام کے سامنے سینہ سپر ہوکر کامیابی کے ساتھ کھڑی ہونے والی جماعت تیار کردی ۔“

(اخبار ”پیغام صلح لاہور“ ۲۸ جولائی ۱۹۲۶ء)

(۱۲) علامہ اقبال مرحوم اور احمدیت

قادیان میں میں نے بڑا ایمان افروز منظر دیکھا ہے ۔ عورتیں ، بچے ، بوڑھے اور جوان قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف اور نماز میں مشغول ہیں ۔ علامہ اقبالؒ اور میں ہم جلیس تھے ۔ ان کے والد صاحب شیخ نور محمدؒ (وفات ۱۹۳۰ ء) اور ان کے بڑے بھائی عطاء محمدؒ (وفات ۱۹۴۰ ء) احمدی تھے ۔ بڑے مومن انسان تھے ۔ ان کے والد صاحب اَن پڑھ تھے ۔ لیکن حضرت مرزا صاحبؑ کے عاشق تھے ۔ ڈاکٹر اقبالؒ اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے مرحوم صدر مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری دونوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی بیعت کی تھی (۱)۔ آہستہ آہستہ ان میں کمزوری آگئی اور وہ سلسلہ سے دور ہوگئے ۔ یہ ڈاکٹر اقبالؒ ہی تھے جنہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی وفات کے چار سال بعد یعنی سن ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ کے کنویکشن میں تقریر کرتے ہوئے صاف الفاظ میں کھلے عام کہا تھا :

''اگر ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں دیکھو''۔

پوری تقریر چھپی ہوئی موجود ہے ۔ (دیکھو ''ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر'')

حاشیہ (۱)۔ مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری مرحوم کا حلفیہ عدالتی بیان ہے کہ علامہ اقبالؒ نے ۱۸۹۳ ء یا ۱۸۹۴ء میں حضرت مرزا صاحبؑ کی بیعت کی تھی (دیکھو اخبار ''ملت'' لاہور۔ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۵۳ء) ۔ اسی تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب (پاکستان) میں بیان دیتے ہوئے مشہورِ زمانہ مبلغِ اسلام الحاج خواجہ کمال الدین مرحوم (وفات ۱۹۳۲ء) کے فرزند ارجمند الحاج خواجہ نذیر احمدؒ صاحب بار ایٹ لا نے کہا کہ ۱۹۳۰ء یا ۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے ، میں اور میرے والد بزرگوار خواجہ کمال الدینؒ ڈاکٹر اقبالؒ سے ملاقی ہوئے ، دورانِ گفتگو میرے والد صاحب نے ، جو ڈاکٹر اقبالؒ کے گہرے دوست تھے ، ان سے پوچھا : ''اوہ یار تیری بیعت دا کی ہویا'' (ترجمہ۔ دوست تمہاری بیعت کا کیا ہوا؟)۔ علامہ نے جواب دیا : ''اوہ ویلا ہور سی ایہہ ویلا ہور اے (یعنی وہ زمانہ لد گیا)۔'' (دیکھو اخبار ''ملت'' لاہور۔ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۵۳ء) ۔ (مرتب)

ایک دفعہ اقبالؔ کی اور میری سابق گورنر آف پاکستان غلام محمد مرحوم کی گلی ، محلّہ ککے زئیاںؔ میں دعوت تھی ۔ اقبالؔ کو میں نے چھیڑا کہ تم نے بھی بڑا بننے اور شہرت کے لئے مولوی عطاءاللہ شاہ بخاریؔ سے اچھا نسخہ سیکھا ہے ، کہ مرزا صاحبؒ کو دو چار گالیاں دے دو قوم میں بڑے ہوجاؤ گے ۔ ورنہ تم دل سے یقین کرتے ہو کہ حضرت مرزا صاحبؒ برحق ہیں ۔کیونکہ نہ صرف تم نے بھرے مجمع میں اعلان کیا کہ قادیان میں ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے ۔ بلکہ تم نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال (وفات ۱۹۷۹ء) کو قادیانؔ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا ۔ اقبالؔ نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اسے قادیانؔ نہیں بھیجا ، میں نے تو اسے اپنے دوست صدرالدین کے پاس بھیجا تھا ۔ اس پر میں نے کہا کہ معلوم ہوا کہ مسیحا کے شاگرد بھی مسیحائی کرسکتے ہیں ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء)

۔۔۔رد عمل کیا ہوگا ؟

میں نے ایک بار انجمن حمایت اسلام لاہورؔ کے سربراہ علامہ اقبالؒ سے کہا تھا کہ کیوں تم اپنی انجمن کے لئے ساٹھ ہزار روپیہ کے معاملہ میں انگریزی حکومت کے محتاج رہتے ہو ۔ (اس زمانہ میں انجمن حمایت اسلام لاہور نے کالج کی توسیع وغیرہ کا ایک جامع پروگرام بنایا تھا ، لیکن سارا پلان ساٹھ ستر ہزار روپیہ کے لئے ٹھپ ہوکر رہ گیا ، علامہ نے مجبور ہوکر انگریزی حکومت سے مدد کی استدعا کی ، یہ بات اخباروں میں بھی آگئی تھی ۔مرتب) ۔حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ نے محتاجی دور کرنے کا بہترین نسخہ مسلمان قوم کو دیا ہے ۔یہاں لاہورؔ شہر میں ہی مسلمانوں کی آبادی سات آٹھ لاکھ ہے۔ ان سے فطرانہ کے طور پر ہرسال ایک بڑی رقم آسانی سے مل سکتی

ہے ۔ جس سے انجمن بڑی آسانی سے اپنی محتاجی دور کرسکتی ہے ۔

علامہ نے کہا بات تو آپ کی درست ہے ، لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس کا ردِ عمل کیا ہوگا ؟ لوگ کہیں گے کہ علامہ روپیہ کھانا چاہتا ہے ۔ ہاں صرف آپکی ہی انجمن ہے جس کے بارے میں کبھی کسی کو شک و شبہ نہیں ہوسکتا ، کہ اس کا کوئی رکن قوم کا روپیہ کھا سکتا ہے ۔

(ماخوذ از خطبہ عید الفطر مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور یکم جنوری ۱۹۶۹ء)

اقبالؒ نے کہا ۔۔۔

☆ "موجودہ ہندوستانی مسلمانوں میں جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ سب سے بڑے دینی مفکر ہیں "۔ (رسالہ انڈین اینٹی کویری ، بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۰ء)

☆ "حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشق کرنے والے بہت لوگ نظر آتے ہیں، لیکن قرآن کے ساتھ عشق کرنے والے صرف مرزا غلام احمدؑ صاحبؒ ہیں ۔"

(بحوالہ اخبار پیغام صلح لاہور ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء)

☆ "میرے نزدیک لاہور(کی احمدی) جماعت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو میں غیرت مند مسلمان جانتا ہوں اور ان کی اشاعت اسلام کی مساعی میں ان کا ہمدرد ہوں ۔"

(مکاتیب اقبالؒ ، ج ۲ مرتبہ شیخ عطا محمدؒ ، مکتوب ۸۷ بنام چوہدری محمدؒ احسن مرقومہ ۷ اپریل ۱۹۳۲ء)

☆ اقبالؒ نے "اسلام اینڈ احمدازم" نامی رسالہ احراری شورش سے مرعوب ہوکر اپنی جان چھڑانے کے لئے لکھا ، شورش ختم ہوجانے پر انہوں نے مولانا سید نذیر نیازی اور راجہ حسن اختر صاحب سے صاف صاف کہا تھا : ۔"مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں سمجھتے تھے ۔ ۔۔۔ اور یہ کہ ان کے بیان کا جماعت احمدیہ لاہور یا مرزا صاحبؒ کی شخصیت سے کوئی تعلق نہیں ۔ ان کے سامنے وہ احمدیت تھی جس کا نقشہ آج کل قادیانیت کی شکل میں دنیا میں پیش ہورہا ہے ۔" (بحوالہ اخبار پیغام صلح لاہور ، ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء) ۔علامہ نے یہی گواہی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نائب صدر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگؒ کے استفسار پر یوں لکھ کر بھی دی تھی :

"سوال کے الفاظ مجھے یاد نہیں ، نہ یہ یاد ہے کہ واقعہ کونسے سن کا ہے ۔جواب میں جہاں تک مجھے یاد ہے مرزا صاحب نے کہا تھا کہ میرے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا "۔ بقلم خود ۔

(دیکھو اخبار "دی لائٹ لاہور " ("The Light" Lahore) مجریہ یکم فروری ۱۹۳۶ء)

(۴۴) حضرت نبی کریم ﷺ کے حقیقی رشتہ دار کون ہیں ؟

(ایک کاٹھیاواڑی شیعہ سیٹھ سے گفتگو)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

قُلْ لاَ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْراً اِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبیٰ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْلَهٗ فِیْهَا حُسْناً اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ (الشوریٰ ۴۲ آیت ۲۳)

ترجمہ ۔ کہہ : میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا ۔ مگر قریبیوں میں باہمی محبت (چاہتا ہوں) اور جو کوئی نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس میں خوبی بڑھاتے ہیں ، اللہ بخشنے والا قدردان ہے ۔

اس آیت کے معنی کرنے میں لوگوں نے خدا کو موردِ اعتراض ٹھرایا ہے ۔ایک کاٹھیاواڑی سیٹھ مجھے ریل میں ملا ۔ میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا ۔ خود ہی اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں کراچی میں بہت بڑا تاجر ہوں ۔اور کہا کہ میں شیعہ ہوں ۔ میں تو یقین کرتا ہوں کہ کوئی شیعہ ہو یا سنی ، جو بھی نیک عمل بجا لائے گا اُسے اللہ تعالیٰ اس کے نیک عملوں کی جزا دے گا ۔ اس شخص نے کہا کہ کیا میں ایک آیت آپ کو سناؤں ، اور پھر اس نے اس آیت کا ذکر کیا کہ عربی آیت تو مجھے یاد نہیں ، لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو ۔ کہنے لگا اب اس کے بعد کیا بات رہ جاتی ہے ۔ جب خدا حکم دیتا ہے کہ رسول ﷺ کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو اور ان سے محبت پیدا کرو تو باقی کیا رہ گیا ؟

تمام مسلمان اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں

میں نے اس سے کہا : اس آیت کا جو مرضی ہے ترجمہ کریں ۔ اس امر کو

چھوڑدو کہ صحیح ترجمہ کیا ہے ۔لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام مسلمان ، خواہ شیعہ ہوں یا سنی ، رسول کریم ﷺ کے رشتہ داروں کی عزت کرتے ہیں اور انکی عظمت کے قائل ہیں ۔ اس نے کہا : یہ تو ٹھیک ہے کہ سنی بھی نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں کی عزت وتکریم کرتے ہیں ۔ جس پر میں نے کہا کہ ایک ترجمہ میں آپ کو سناتا ہوں ، اس ترجمہ کی وجہ سے یہ خیال نہ کریں کہ نبی کریم ﷺ کے رشتہ داروں کی ہم عزت و تکریم نہیں کرنا چاہتے ۔ بلکہ یہ آیت خود بتا رہی ہے کہ وہ ترجمہ جو آپ کررہے ہیں غلط ہے ۔

آیت کا غلط ترجمہ

ذرا سوچئے ! آیت کے پہلے حصہ میں حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں : ”میرا ذاتی نفع کوئی نہیں ، میں کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا “ اور اس کے فوراً بعد ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ”میرے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان سے محبت ومودّت قائم کرو “ ۔ کیا اس میں حضرت رسول کریم ﷺ کے ذاتی فائدہ اور اجر کا مطالبہ صاف نظر نہیں آتا ؟ میں نے بتایا کہ ایک مرتبہ کوئٹہ میں بہت بڑا جلسہ تھا ۔ جس میں بلوچستان کے بڑے بڑے اکھڑ شیعہ شامل تھے ۔ میں نے وہاں لیکچر دیتے ہوئے کہا ، کہ تم لوگ حضرت نبی کریم ﷺ کی عظمت کے قائل ہو ۔ لیکن ان کے ماتھے پر ایک داغ رہ جاتا ہے ۔ جس کا مٹانا ضروری ہے ۔ وہ داغ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے لئے مودّت بطور اجر طلب کی ۔

حضرت علیؓ کی خلافت کیوں پیچھے رہی ؟

میں نے کہا خلافت کے اہل حضرت علیؓ بے شک تھے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس لئے انہیں پیچھے رکھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ سلطنت اپنے رشتہ داروں کو دے دی ۔اور قوم کی پروا نہ کی ۔ اگر پہلے خلافت مل جاتی تو لوگوں کو اعتراض کا موقعہ مل جاتا ۔ اسی لئے ابو بکرؓ ، عمرؓ اور عثمانؓ پہلے خلیفہ بن گئے ورنہ اہل علیؓ بھی تھے ۔

چند رشتہ داروں کی بات

میں نے کہا کہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں "رب العالمین" ہوں ۔ لیکن آپ کے ترجمہ کے مطابق امتحان لیا گیا تو معلوم ہوا کہ صرف چار پانچ آدمیوں کی بات تھی ۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے ۔ لیکن بات آجا کے محمد رسول اللہ ﷺ کے چند رشتہ داروں پر ہی آ کر رہ گئی ۔ کہ ان سے مودّت کرو تو سب کچھ ملے گا ۔ سیٹھ صاحب بڑے معقول آدمی تھے ۔ میری بات سن کر کہنے لگے ، آپ نے تو نہایت عمدگی سے بتا دیا ، اس ترجمہ سے تو فی الواقعہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت پر اعتراض آتا ہے ۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے قریبی رشتہ دار صرف متقی ہیں

میں نے کہا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے : اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ (١٦ : ١٢٨). یعنی خدا اس کا ہے جس کے دل میں ایمان ہو ، تقویٰ اللہ ہو ، نیک کام کرتا ہو اور خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا : اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِىَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا حَيْثُ كَانُوْا ۔ یعنی میرے قریب وہی لوگ ہیں جو متقی ہوں ، خواہ وہ کوئی ہوں اور کہیں کے ہوں ۔ میں نے سیٹھ جی سے پوچھا کہ اس اعلان پر لوگ آنحضرت ﷺ کی طرف جھکیں گے یا آپ کا ترجمہ سن کرلوگوں کے دلوں میں عزت پیدا ہوگی؟

نبیوں کی رشتہ داری عمل سے

قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لیا اور وہ اس میں پورے اترے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : **انی جاعلك للناس اماما** (۲:۱۲۴) ۔ ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے امام بنایا ۔ **قال و من ذریتی** (ایضاً) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا ، خدا وندا ! میری اولاد میں سے بھی کوئی اس مرتبہ کو پہنچے گا ؟ فرمایا **لا ینال عهدی الظالمین** (ایضاً) ہمارے ہاں خون کا رشتہ کوئی نہیں،

نیز ظالموں کے لئے ہمارا کوئی عہد نہیں ہے ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے متعلق فرمایا :**انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح (۴۶:۱۱)** ۔ وہ تمہارے اہل میں سے نہیں کیونکہ وہ غیر صالح عمل رکھتا ہے ۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے لئے نجات نہیں ، کیونکہ وہ خدا سے دور رہی ۔ اس کے برعکس فرعونؔ کی بیوی فرعونؔ کے محل میں رہ کر اللہ پر ایمان رکھتی ہے اور دعا کرتی ہے : اے خدا ! مجھے فرعونؔ اور اس کے عملوں سے نجات دے ۔

غیر رشتہ داروں سے نبی کریم ﷺ کا برتاؤ

تو قرآن شریف نے فیصلہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ کا ذات پات اور رشتہ وغیرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے ثابت کردیا کہ آپؐ کے قریبی وہی ہیں جو نیک عمل اور متقی ہیں ۔ آپؐ کی کھلائی ام ایمنؓ ایک حبشی عورت تھی ۔ جس کے بڑے بڑے ہونٹ اور سیاہ شکل تھی ۔ آپؐ کہا کرتے تھے کہ تم میری ماں ہو ۔ ام ایمنؓ کا بیٹا اسامہؓ بھی حبشی خد و خال رکھنے کے باوجود آپؐ کا لاڈلا تھا ۔ آپؐ حسنؓ اور حسینؓ کی طرح اسامہؓ سے بھی بڑی محبت کرتے اور اللہ سے دعا کیا کرتے : اے اللہ ! جس طرح میں ان سے محبت کرتا ہوں تُو بھی ان سے محبت کر ۔ اسی طرح بلالؓ حبشی ہے ، لیکن اس قدر اس کو عزت دی گئی کہ آج مسلمانوں میں ان کو سیدنا بلالؓ کہہ کر پکارا جاتا ہے ۔ صہیب رومیؓ شامؔ کا رہنے والا تھا ۔ لیکن مرتبہ میں کتنا بڑا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے وفات پائی ، ہزاروں تو قریش موجود تھے ، لیکن نماز جنازہ صہیبؓ نے ہی پڑھائی ۔ ایک اور حبشی مہجعؓ جنگ بدر میں شہید ہوتا ہے ۔اس کو اول الشہدا قرار دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مزاج میں یہ بات ہی نہ تھی کہ رشتہ داری یا کنبہ پروری کو فروغ دیں ۔ حقیقت کے مقابلہ میں رشتہ داری کم قیمت رکھتی ہے ۔

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا : **ستفتحون مصراً** عنقریب تم مصؔر کو فتح کروگے ۔ اور جب وہاں جاؤ تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے رشتہ کی وجہ سے ان سے نرمی کا سلوک کرنا ۔ کیونکہ وہ مصؔر سے آئی تھیں ۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے تو حضرت ابراہیم ﷺ کو اپنا باپ مانا اور فرمایا : ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے مکہ کا حج رکھا گیا ۔ اور ہاجرہؔ کی قربانی کی وجہ سے صفؔااور مرؔوہ کے مابین سعی کرنا ضروری قراردیا گیا ۔ آنحضرت ﷺ نے جب خیبؔر کو فتح کیا تو وہاں کے یہودیوں نے التجا کی کہ صفیہؔ جو ، وہاں کے حاکم کی بیٹی تھی اور وہ حاکم مارا گیاتھا اور یہ قیدی بن کر آئی تھی ، رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں لائی جائے ۔ آپؐ نے اس درخواست کو قبول فرمایا ۔ اور جب روانہ ہونے لگے تو اونٹ پر صفیہؔ کو چڑھانے کے لئے اپنا گھٹنا آگے کیا کہ اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر چڑھ جاؤ ۔ جب وہ مدینہؔ پہنچیں تو سارا شہر دیکھنے کو آیا ۔آپؐ کی دو بیویوں نے انہیں چھیڑا اور کہا : تم یہودن ہو ، اورہم قریشی عورتوں کے مقابل پر تمہارا کوئی رتبہ نہیں ۔صفیہؓ نے جب آنحضرت ﷺ سے شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا : تم نے بھی کہہ دیا ہوتا **کیف تکون خیراً منی ان ابی موسیٰ و ان عمی ھارون و ان زوجی محمد** ، تم مجھ سے بہتر کیسے ہوسکتی ہو جب کہ میرا باپ موسیٰؑ اور میرا چچا ہارونؑ ہے اور میرا خاوند محمد ﷺ ہے ۔ غرض حضرت نبی کریم ﷺ نے قوم کو جہاں بت پرستی کی صدیوں پرانی لعنت سے چھڑایا وہیں انسان پرستی کی خطرناک بیماری سے بھی نجات دلائی ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۵ جون ۱۹۵۷ء)

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کا اعترافِ حق

”اشاعتِ قرآن کا کام جو آپ لوگ (یعنی لاہوری احمدی ۔ناقل) دنیا کے گوشے گوشے میں کررہے ہیں وہ قابلِ داد ہی نہیں بلکہ ہم لوگوں کے لئے باعثِ رشک بھی ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اس سے انکار صرف وہی کرسکتے ہیں جو آپ کی خدمات کی وسعت سے واقف نہیں۔“

(۱۴) رشوت لینے اور دینے کے متعلق فتویٰ

اللہ تعالیٰ نے روزہ کے حکم کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ تم حلال روٹی کھاؤ ۔ چنانچہ فرمایا : **لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (۲ :۱۸۸)** کسی نہ کسی بہانے لوگوں کا مال کھانا چھوڑ دو ۔دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے ہڑپ نہ کرو ۔ اسی رزقِ حلال کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھی تلقین فرمائی ہے ۔ فرمایا **یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات (۲۳ : ۵۱)** ۔ اے ہمارے رسولو ! پاک اور حلال رزق کھاؤ۔ **واعملوا صالحاً** حلال اورطیب کھانے کے نتیجہ میں اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **ان اللہ امر المومنین ما امربہ المرسلین** ۔ خدا تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کو بڑا عزت و مرتبت کا مقام دیا ہے ، وہ حکم جو خدا نے اپنے مرسلین اور انبیاءالسلام کو دیا وہی حکم میری امت کو بھی دیا ہے ۔ اس سے امت مسلمہ کو عزت و شرف عطا فرمایا ۔

ایک قابل تقلید واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے ، ابھی پاکستان بنا نہیں تھا ۔ لائل پور کے حاجی شیخ محمد اسماعیل صاحب مرحوم میرے کمرہ میں تشریف لائے ۔ اور فرمایا کہ میرے اسٹارچ (starch) کی مشین تمام ہندوؤں کے کارخانوں اور مشینوں سے بڑھ کر اول درجہ کا اسٹارچ تیار کرتی ہے ۔ لیکن تین سال سے سرکاری دفتر میں میرے درجہ اول کے اسٹارچ کو درجہ سوئم دیا جارہا ہے ۔ آج میں سرکار کے دفتر گیا ، تو انہوں نے کہا کہ آپ کا اسٹارچ بے شک اول درجہ کا ہے ۔ لیکن یہ ہمیشہ درجہ سوئم میں ہی رہے گا ، آپ ایک بوری میں اتنا کچھ کماتے ہیں ۔ اگر پانچ روپیہ فی بوری ہمیں دے دو تو آپ کو کیا حرج ہے ۔ آپ کا اسٹارچ درجہ اول میں آجائے گا ۔ اس لئے میں آپ

کے پاس پوچھنے آیا ہوں کہ اس بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہے ؟ میں نے کہا کہ اس بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ نے خود فتویٰ دے کر مولوی ، امام صاحب اور واعظ وغیرہ سے فتویٰ چھین لیا ہے۔ فرمایا **استفت قلبك** اپنے دل سے فتویٰ مانگو ۔تمہارا دل کیا کہتا ہے ؟

یہ سنکر میاں محمد اسماعیل مرحوم نے کہا کہ میں نے اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لیا ہے ۔میں اپنی مشین کو توڑ دوں گا لیکن رشوت نہیں دوں گا ۔ یہ ہے تعلیمات اسلامی اور مجدد الزمان کی تربیت کا اثر ۔ رشوت سے قوم اور ملک تباہ ہو جاتا ہے ۔ اگر قوم ملک کی خیر خواہی تمہارے دلوں میں ہے تو رشوت لینے اور دینے سے توبہ کرلو۔ تمام اُن جرموں اور گناہوں سے بچو جس سے قوم ، ملک اور انسانیت کو نقصان پہنچتا ہو۔ حرام کی روٹی کے قریب مت جاؤ ۔ یہی روزہ کا مقصد ہے ۔جس کسی نے یہ مقصد پالیا اس کے لئے مبارک ہو ۔

خدا تعالیٰ حقیقت کو دیکھتا ہے رسموں کو نہیں

خدا تعالیٰ رسوم کو دیکھ کر خوش نہیں ہو تا ۔ وہ حقیقت کو دیکھ کر خوش ہو تا ہے ۔آپ بھی حقیقت پسند بن جائیں اور خدا تعالیٰ کو راضی کرلیں ۔ خدا تعالیٰ آپ پر راضی ہوگا ۔ اگر اس سبق کو دلوں میں بٹھا لو تو آپ کا ملک مضبوط ہوگا اور قائم و دائم رہے گا ۔(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۸ ء)

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانیؒ کا مطبوعہ تاریخی بیان

جولائی ۱۹۰۵ء میں ندوۃ العلماء کے علامہ شبلیؒ نے طویل انٹرویو کے دوران ایک احمدی مبلغ سے فرمایا تھا :

”مرزا صاحب کو امام مان لینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ نہایت مستحسن امر ہے ۔اور میں تو کہتا ہوں کہ تم اوروں کو بھی اپنے ساتھ ملالو ، جہانتک ہوسکے کوشش کرو ---کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بیعت کرنے والے عوام الناس کی نسبت شریعت کی بہت عزت کرتے ہیں ---“ (اخبار الحکم، قادیان۔۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء ،اصل اخبار ہماری لائبریری میں محفوظ ہے)

(۱۵) پاکستانی معاشرہ کی خرابیاں اور ان کا علاج

آج پاکستان میں چاروں طرف شور ہے ، اضطراب ہے ۔ یہ پاکستانیوں کے اعمال کی وجہ سے ہے ۔ ایک وکیل صاحب نے مجھے خط لکھا ، اس میں انہوں نے لکھا کہ میں آپکی جماعت میں شامل نہیں ہوں ۔ لیکن آپ لوگوں کو اچھا سمجھتا ہوں ۔ آپ بتلائیں کہ کیا فتویٰ ہے آپ کا ؟ فلم دیکھنی چاہئے یا نہیں ؟ شراب پینی چاہئے یا نہیں ، عریانی ختم ہونی چاہئے یا نہیں ؟

میں نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ طبیب دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک تو symptoms یعنی ظاہری علامتوں کا علاج کرتے ہیں ۔ وہ اپنے علاج میں کامیاب نہیں ہوتے ۔ اور دوسرے طبیب system سسٹم یعنی پورے نظام کا علاج کرتے ہیں۔ وہ کامیاب ہوجاتے ہیں ۔ آپ نے فتویٰ پوچھا ہے تو سن لیجئے کہ تمہارے معاشرہ کے اندر جو خرابیاں اور برائیاں پھیلی ہوئی ہیں ان کا علاج سمپٹم والا علاج نہیں بلکہ سسٹم والا علاج ہے ۔ اور وہ ہے خدا اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان کلی ۔ معاشرہ کی خرابیوں کی وجہ اسی ایمان کا فقدان ہے ۔ اگر تم پاکستان کو زندہ رکھنا چاہتے ہو تو سسٹم کا علاج کرو ۔اور اس کا علاج قرآن و سنت ہے ۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تمہارے اندر فتنہ و فساد پیدا ہوگا ۔ لیکن میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ، کتاب اللہ اور اپنی سنت ۔ اگر تم ان دونوں پر چلتے رہو گے تو تم کبھی گمراہ اور خوار نہیں ہوگے ۔ پس قرآن کریم اور سنت نبویؐ پر مکمل عمل ہی معاشرہ کی تمام بیماریوں کا علاج ہے ۔ اور اس پر عمل کرنے سے تمام بیماریاں اور برائیاں خود بخود دور ہوجائیں گی ۔ پاکستان کا ایک ایک فرد قرآن و سنت

پر عمل کرے تو کوئی برائی یا خرابی باقی نہیں رہ سکتی ۔

پاکستانیوں میں حصولِ دولت کی وباء

پاکستان کا معاشرہ بری طرح بیمار ہے ۔اس کو دولت کی بیماری وباء کی صورت میں لگ گئی ہے ۔ہر کوئی شخص راتوں رات دولت مند ہوجانا چاہتا ہے ۔ خوابیں بھی دولت کی ہی آتی ہیں ۔ اور اس کے حصول کے لئے ناجائز طریق اختیار کرتا ہے ۔ ملاوٹ ، چوری ، جوا ، رشوت کچھ بھی نہیں چھوڑتا ۔ اور قوم و معاشرہ کو تباہ کرتا ہے۔ دولت آگئی تو شراب بھی آگئی ۔ کوئی چھپ کر پیتا ہے ، کوئی چالاکی سے پیتا ہے اور کوئی بیماری کا بہانہ کرکے پیتا ہے ۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ ہر دولت مند ایسا ہی کرتا ہے ۔ بہت سے دولت مند اس برائی سے پاک بھی ہیں ۔ لیکن عام طور پر دولت ہی شراب پلاتی ہے ۔

اخلاقی بیماریوں کی اصل وجہ

ایک بڑا قابل مجسٹریٹ تھا ۔ ایک دفعہ میں خان بہادر شیخ محمد اسماعیل صاحب مرحوم کے ہاں راولپنڈی میں ٹھہرا ہوا تھا ۔ خان بہادر میرے پاس آئے ۔ کہنے لگے فلاں مجسٹریٹ صاحب آئے ہوئے ہیں ، انہوں نے شراب پی رکھی ہے ۔ لیکن پان کھایا ہوا ہے ۔کہ شراب کی بو ظاہر نہ ہو ۔لیکن شراب پی ہوئی ہو تو ظاہر ہو ہی جاتی ہے ۔ میں نے کہا انہیں میرے پاس نہ لانا ۔ میرا وہ واقف ہے مجھے دیکھ کر وہ مر جائے گا۔ پھر ایک دفعہ جب میں شملہ تھا تو اس کو میں نے ایک غلط جگہ پر دیکھا ۔ پس جہاں دولت آگئی ، اس کو احتیاط سے استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بدکاری بھی

پیدا ہوجاتی ہے ۔ لٰہذا اگر پاکستانی معاشرہ کا علاج کرنا ہے اور اس کو بچانا ہے تو اس کا علاج قرآن و سنت پر عمل کرنا ہے۔ قرآن و سنت نبویؐ کو ترک کردینے کی وجہ سے ہی اخلاقی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۰ جنوری ۱۹۶۹ء)

(۱۶) حضرت نبی کریم ﷺ کا آخری پیغام

حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری حج میں ایک دو باتیں بیان فرمائی ہیں۔ انہی کا زکر آپ سے کرنا چاہتا ہوں ۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں **قام فینا رسول الله ﷺ خطیباً وسطه فی ایام الحج** ، حج کے موقعہ پر منٰی کے میدان میں حضور نبی کریم ﷺ ہم کو خطاب کرنے کے لئے اٹھے اور فرمایا : لوگو ! **انما انا بشر مثلکم** ، میں تمہاری طرح کا انسان ہوں ، جس طرح سے آپ لوگ بشر ہیں میں بھی بشر ہوں ۔ اور خدا کا رسول ہوں ۔ اور اگر خدا کا رسول یعنی اس کا فرشتہ میرے پاس پیغام لائے کہ خدا کی جناب میں تیری حاضری ہے تو میں حاضر ہوں ۔ میرے لئے بھی موت کا آنا لابدی ہے۔ **یوشك ان یاتینی رسول الی فاجیب** ، لازمی ہے کہ میرے رب کا رسول موت کا پیغام لائے اور میں اسے قبول کروں ۔

<u>رسول اللہ نے اپنے پسماندگان کے لئے کچھ نہ چھوڑا</u>

اس نازک موقعہ پر نہ تو آپ کو اپنی بیٹی کا فکر ہے ، نہ حسنؓ حسینؓ کا ، نہ علیؓ کا، نہ عائشہؓ کا ، نہ صفیہؓ کا اور نہ اپنی قوم کو ہی یہ کہتے ہیں کہ دیکھو میں جارہا ہوں میرے بال بچوں کو دیکھنا ، میرے اقرباء کو دیکھنا ۔ نہ تو خود ان کو کوئی جاگیر دیتے ہیں ، نہ فاطمہؓ کو جاگیر دیتے ہیں ، نہ علیؓ کے لئے جاگیر ہے نہ حسنؓ حسینؓ کیلئے جاگیر ، کسی قرابت دار کے لئے کچھ نہیں ۔

انگلستان کے شاہی خاندان کا بار سرکاری خزانہ پر

انگلستان کا بادشاہ مرتا ہے ۔ تو اس کی اولاد حکومت کی وارث ہوتی چلی جاتی ہے۔اس کی اولاد بڑھتی چلی جاتی ہے ۔ پوتے ، نواسے ، ان پر ہی خزانہ ختم ہوجاتا ہے۔ اوروہاں کی قوم روتی ہے ۔ انگلستان میں بیسیوں نے میرے سامنے یہ رونا رویا ہے کہ ہماری سلطنت کے خزانے کا بہت بڑا حصہ تو شاہی خاندان لے جاتا ہے ۔ وہ کام کاج کچھ نہیں کرتے۔

دو قیمتی چیزیں جو حضور ﷺ نے امت کے لئے چھوڑیں

حضور اکرم ﷺ بھی ایک بادشاہ ہیں ۔ آپؐ فرماتے ہیں : **انما بشرمثلکم** ، میں بھی تمہاری طرح کا انسان ہوں ۔میرے پاس بھی موت کا فرشتہ آئے گا ۔ کہ آیئے ۔ تومیں حاضر ہوں ۔لیکن میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں : **انا تارك فیکم ثقلین** یعنی میں تمہارے بیچ کائینات کی سب سے قیمتی دو چیزیں چھوڑتا ہوں ۔ **کتاب الله** خدا کی کتاب چھوڑتا ہوں ۔ **وسنتی** اور اپنی سنت چھوڑتا ہوں ۔ **ان تمسکتم به** ، اگر تم نے ان پر مضبوطی سے پنجہ مارا اور ان پر عملدر آمد کیا ، اور تمہارے رگ وریشہ میں وہ تعلیم رچ بس گئی تو تمہارا بیڑا پار ہوگیا ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کے باہر نہ کوئی اسلامی بادشاہ جاسکتا ہے نہ کوئی مجدد جاسکتا ہے ، نہ کوئی محدث جاسکتا ہے اور نہ کوئی غوث اور قطب ۔

مجددِ زمانہ کا عمل قرآن وسنت پر

اس زمانہ میں بھی ایک امام آیا ۔ وہ کہتا ہے کہ میں قرآن وحدیث کے ماتحت ہوں ۔ ہر وہ عقیدہ جو قرآن و سنت کے باہر ہے وہ مردود ہے۔ تو حضرت نبی کریم ﷺ کا ایک غلام ہمارے سامنے آیا ، وہ آکر وہی بات کہتا ہے جو اُن کے آقا ﷺ نے کہی ہے ۔ کہ قرآن اور سنت پر چلو ، مجدد کے آنے کا مقصد بھی یہی ہے **لاحیاء ما اندرس من العمل بالکتاب و سنة** ، یعنی جو عمل قرآن و سنت پر کمزور پڑ

گیا ہو یا مٹ گیا ہو ، اس کو دوبارہ زندہ کرے ۔ مجدد کا یہی کام ہے ۔ اس کو اختیار نہیں دیا گیا کہ مذہب کے اندر کوئی نئی چیز داخل کرے یا مذہب میں سے کسی حصہ کو کاٹ دے ۔صرف قرآن و سنت پر عمل کرانا اس کا کام ہے ۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی پوزیشن نہیں ۔

الہام الٰہی کے مقابلہ میں سنت رسولؐ پر عمل

ایک دفعہ قادیاں میں ۲۹ روزے رکھنے کے بعد لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی ، جیسا کہ ساری دنیا ۲۹ روزے گزر جانے بعد چاند دیکھنے کی کوشش کرتی ہے ۔ لیکن چاند بھی بڑا ہوشیار ہے ۔ کبھی کبھی نظر نہیں آتا ۔ وہ قادیاں میں بھی نظر نہیں آیا ۔ اس لئے سب نے روزہ رکھ لیا ۔ صبح چاشت کے وقت حضرت مرزا صاحبؒ کو ان کے حجرہ میں ایک الہام ہوا ، جسے انہوں نے باہر آکر سنا دیا کہ " آج عید ہے "۔ جو لوگ ریاء اور چالاکی سے کہتے ہیں کہ ہم باخدا ہیں وہ کسی واقعہ کے وقوع کے بعد کہتے ہیں کہ ہم نے بھی خواب دیکھا تھا ۔ ہم کو بھی ایسا ہی الہام ہوا تھا ۔ وہ ادھر اُدھر بھی دیکھتے رہتے ہیں ۔ جب بات پوری ہوتی ہے تو جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو بھی الہام ہوا تھا ۔ لیکن اس شخص کو ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ دیکھتا رہے کہ یہ بات پوری ہوگی یا نہیں ۔ اسی بات کو دیکھ لیجئے کہ چاند دکھائی نہیں دیتا ، لوگوں نے اور خود آپ نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے ۔ روزہ کی حالت میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ " آج عید ہے "۔ دوستوں نے پوچھا ہم روزہ افطار کرلیں ؟ فرمایا ، نہیں ، روزہ افطار نہیں کرسکتے ۔ کیوں نہیں کرسکتے ؟ کیوں کہ شریعت میں لکھا ہے کہ جب تک دو مسلمان چاند کے دیکھنے کی گواہی نہ دیں روزہ افطار نہیں کیا جاسکتا ۔ہماری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ کوئی ولی اللہ، کوئی مجدد اور کوئی محدث یہ کہہ دے کہ مجھے الہام ہوا ہے اس لئے افطار کرلو ۔

معلوم ہوا کہ یہ شخص قرآن و سنت کا پابند ہے ۔ اگر کوئی پیر ہوتا تو وہ

کہہ دیتا کہ بالکل ٹھیک ہے ۔ شریعت میں تو ایسا ہی لکھا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ چھوڑا جائے ۔ لیکن یہ تو خدا کی گواہی ہے ، جو دو آدمی تو کیا لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی گواہی سے بڑھ کر ہے ۔ لیکن یہ مجدد وقت ایسا نہیں کہتا ۔یہ باخدا انسان ہے ۔باین ہمہ پابندہے اورخادم ہے اس شریعت کا جو محمدرسول اللہ ﷺ لے کر آئے ۔ وہ تو اسی شریعت کاملہ کو چلانے کے لئے ، اس کو تازہ کرنے کے لئے اور اس پر عمل کرانے لئے آیا ہے۔ دن کو لاہور وغیرہ سے تاریں آگئیں کہ رات کو چاند دیکھا گیا تھا ، لہٰذا آج عیدالفطر منائی جارہی ہے ۔ اس طرح الہام کی صداقت بھی ثابت ہوگئی لیکن عمل شریعت پر ہی کیا گیا ۔ بہر حال حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم ان دو چیزوں ، قرآن و سنت رسول اللہ پر عمل کرو گے تو لن تضلوا ابدا تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے ۔

(ماخوذ از تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۱۳ جنوری ۱۹۶۵ ء)

(۱۷) ایک امریکن پروفسر سے گفتگو

ایک بار ایک امریکن پروفسر میرے پاس آیا ۔ الوہیت مسیح پر گفتگو ہوئی ۔ میں نے بتایا کہ قرآن شریف نے شروع میں ہی فرمایا : الحمدللہ رب العالمین یعنی خدا ساری قوموں کا خالق اور رب ہے ۔ وہی تمام انسانوں کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کرتا ہے ۔ جسمانیات میں یہ کائینات اور روحانیات میں رسولوں کا سلسلہ قائم کیا ۔ اسی حقیقت کے اظہار کے لئے دوسری جگہ فرمایا : تبارك الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیراً (۲۵ : ۱) ۔یعنی وہ خدا جس کی برکات بے شمار ہیں اسی نے یہ کتاب نازل کی ہے ۔اس میں بہت سی برکات ہیں ۔ دوسری جگہ فرمایا : کتاب انزلناہ مبارکاً (۶:۹۳)۔ یعنی یہ قرآن ایسی کتاب ہے جسکی برکات کبھی ختم نہ

ہونگی ۔ یہاں اُسے فرقان کہا ہے ۔ یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والی ۔ پھر اس کو ایک عظیم شخصیت کی معرفت بھیجا ۔ علیٰ عبدہٖ یعنی اپنے اس سفیر کی معرفت جو میری عبودیت اور فرمانبرداری میں سب سے بڑھا ہوا ہے ۔ اس کا ذرہ ذرہ میرا فرمانبردار ہے ۔ **لیکون للعالمین نذیراً** ۔ سابقہ انبیاء کے برعکس وہ کسی ایک مخصوص قوم یا خطہ زمین کی طرف نہیں بھیجا گیا ۔ بلکہ تمام جہان کی اقوام کی طرف ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے ۔

دیکھئے اس ایک آیت میں کس قدر مضامین جمع کردئے گئے ہیں ۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی برکات اور احسانات کاذکر کیا اور بتایا کہ جس طرح انسان کی جسمانی تربیت کے لئے اس تمام کائنات کو پیدا کیا گیا ہے ، جو برکات الٰہی سے بھری ہوئی ہے ۔اسی طرح اس کی روحانی تربیت کے لئے "فرقان" عطا کیا گیا ہے ۔ وہ بھی برکاتِ الٰہی سے معمور ہے ۔ اور پھر فرمایا کہ یہ کتاب اس عظیم الشان شخصیت پر نازل ہوئی ، اللہ تعالیٰ نے ایسی بلند مرتبت شخصیت کو اپنا نمائندہ اور سفیر بناکر بھیجا ، جو عبودیت میں کمال درجہ پر پہنچی ہوئی ہے ۔ اور اسے ایک قوم یا ایک خطہ زمین کی طرف نہیں بلکہ جملہ اقوام عالم کی روحانی تربیت کے لئے بھیجا گیا ۔ ایک چھوٹی سی آیت میں اتنے سارے مضامین جمع کردینا قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے ۔حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا : **اوتیت جوامع الکلم** ."مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں ۔ جو تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں لیکن بے شمار معانی پر مشتمل ہوتے ہیں ۔"

انہی حقائق کو مزید تفصیلات کے ساتھ دوسری جگہ یوں بیان فرمایا ہے ۔

الذی له ملك السماوات والارض ولم یتخذ ولداً و لم یکن له شریك فی الملك (۲۵:۲) ۔ یہ رسولؐ اس خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے **له ملك السماوات والارض** جس کی بادشاہت ساری کائنات پرحاوی ہے ۔ **ولم یتخذ ولداً** وہ مرجانے والا نہیں کہ اس کو بیٹے کی یا وارث کی حاجت ہو۔مرنے والے بادشاہ ، اگر ان کے ہاں بیٹا نہ

ہو، تو انہیں خلش رہتی ہے کہ ان کے تخت و تاج کا وارث کون ہوگا ۔ خدا فرماتا ہے کہ میں حی و قیوم ہوں ، زندگی کا سرچشمہ ہوں ، مجھ پر فنا نہیں کہ بیٹے کی یا کسی وارث کی حاجت ہو ۔ **و لم یکن له شریك فی الملك** ، اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں ، دنیا کے بادشاہوں کو وزیروں اور دوسرے عہدے داروں کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ ناقص ہیں ۔ اور اپنے ملکی امور کا سارا بوجھ اکیلے نہیں اٹھا سکتے ۔ لیکن خدا کو شریک کی اس لئے ضرورت نہیں کہ وہ ناقص نہیں ۔اور فرمایا **و خلق کل شیٔ** تمام کائنات اسی کی پیدا کی ہوئی ہے ۔اور وہی اس کے ہر رگ و ریشہ سے پوری طرح واقف ہے ۔ اور وہ اکیلا ہی اس کو ٹھیک طور پر چلا رہا ہے ۔ عیسیٰ ، رام چندر، موسیٰ اور داؤد علیہم السلام اور دوسرے تمام لوگ اسی کی مخلوق ہیں ۔وہ ان سب کا رب ہے ، سب اس کے مربوب اور محتاج ۔ اس خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو خدا بنانا ، رب کو چھوڑ کر مربوب کی عبادت کرنا ، حاجت روا کو چھوڑ کر محتاج کی عبادت کرنا عقلمندی نہیں ہے ۔

پھر یہ بھی خدا کی شان کے خلاف ہے کہ بے گناہ بیٹے کو دوسروں کے گناہوں کے بدلے پھانسی دے دی جائے ۔ یہ خود سب سے بڑا گناہ ہے ۔ خدا ایسے گناہ کا ارتکاب کیسے کرسکتا ہے ؟ یہ فعل عدل کے بھی خلاف ہے کہ بے گناہ کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے ۔ کیا خدا تعالیٰ معافی دینے کی طاقت نہیں رکھتا ؟ ماں باپ اپنے بیٹوں کی معاف کردیتے ہیں ۔ استاد معافی دے دیتے ہیں ۔ بادشاہ بھی ، جب کوئی خاص تقریب ہو ، تو قیدیوں کو معاف کردیتے ہیں ۔ کیا ان کو کوئی بُرا کہتا ہے کہ کیوں انہوں نے معافی دی ۔ نہیں بلکہ ان کے اس فعل کو قابل تحسین قرار دیا جاتا ہے ۔ خدا تو سب سے بڑھکر معاف کرنے والا ہے ۔ **و انی لغفار لمن تاب و امن و عمل صالحاً** (۲۰ : ۸۲) ۔ یعنی یقیناً میں اس کو بخشنے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے ۔ پھر فرمایا **سبقت رحمتی غضبی**

میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے ۔ پھر فرمایا قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمعیاً (۳۹ : ۵۳) یعنی اعلان کردو کہ اے میرے بندو ! جنھوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا ہے ، میری رحمت سے مایوس نہ ہو ، میرا تو ٹھیکہ ہی معافی دینے کا ہے ۔ یہ کس قدر دل نشین اور معقول تعلیم ہے ۔

یہ سب بتانے کے بعد میں نے اس امریکن پروفسر سے کہا کہ آپ لوگ تو پڑھے لکھے ہیں ، پھر کیسے اس غیر معقول عقیدہ کو مانتے ہیں کہ دنیا کے گناہوں کے لئے خدا نےاپنے بے گناہ بیٹے کو پھانسی دے دی ۔ یہ عقیدہ کس قدر باطل ہے ؟ کتنا غیر معقول ہے ؟ اسے کے مقابل قرآن پاک کی تعلیم کتنی حق و حقیقت پر مبنی اور معقولیت سے بھری ہوئی ہے ۔ کہ ساری دنیا کی جسمانی اور روحانی تربیت کا سامان اس نے کیا ہے ۔اور اسے کسی بیٹے کی حاجت نہیں ۔ وہ اپنی مخلوق کی اصلاح کے لئے سزا بھی دیتا ہے اور معاف بھی کردیتا ہے ۔ کیسا معقول ومفید مذہب ہے !

<u>انجیلؔ میں توحید اور رسالت پر ایمان لانے کی تعلیم</u>

پھر میں نے امریکن پروفسر کو توجہ دلائی کہ یوحؔنا کی انجیلؔ کے سترہویں باب کی تیسری آیت میں لا الہ الا اللہ محمدرسول اللہ کے ہم معنی الفاظ لا الہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ آج بھی موجود ہیں ۔ آیت کے اصل الفاظ یوں ہیں :

"اور ھمیشه کی زندگی یه ھے که تجھ خدائے واحد و برحق کو تسلیم کرے اور عیسیٰ کو تو نے بھیجا ھے (یعنی اس کو رسول بنا کر بھیجا ھے)۔"

میں نے اسے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمدرسول اللہ اسلام کا کلمہ ہے ۔ مسیح بھی کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا بھیجا ہوا یعنی رسول ہوں ۔ اسی حق و باطل کی وضاحت کے لئے خدا نے" فرقان" بھیجا ہے ۔

اس امریکن پروفسر نے کہا مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیل میں یہ آیت گویا آج ہی نازل ہوئی ہے ۔اس سے پہلے میرا ذہن کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوا تھا ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۹ فروری ۱۹۵۶ ء)

(۱۸) علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے ملاقات

ایک دفعہ مجھے حضرت علامہ حکیم نورالدین مرحوم نے علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے بحث کرنے کو بھیجا ، کہ میں یہ ثابت کروں کہ خداتعالیٰ نے اس کائنات کو بلا مسالہ بنایاہے۔کیونکہ علامہ شبلیؒ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ اس کائنات کو خدا نے مادہ (مسالہ) سے بنایا ہے ۔ اس تحریر سے آریہ سماجیوں کے عقیدہ کو تقویت پہنچتی تھی ۔ کیوں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق پرماتما (خدا) کی طرح پرکرتی (مادہ) بھی انادی یعنی ازلی وابدی ہے ۔ چنانچہ کائنات کی تخلیق کے لئے خدا کو مادہ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جب میں لکھنؤ پہنچا اور مولانا شبلیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ، تو انہوں نے قہوہ تیار کیا ، پیا بھی اور پلایا بھی ۔ پھر پوچھا کہاں سے تشریف لائے ہیں ؟ میں نے عرض کیا : قادیان سے ۔ پوچھا : کیسے ؟ عرض کیا : آپ نے لکھا ہے کی خدا نے دنیا کو مسالہ سے بنایا ہے ۔اور یہ نظریہ قرآن کریم کے خلاف ہے ۔ میں نے قرآن کریم سے دلائل دیئے اور بتایا کہ قرآن علیم و حکیم خدا کی کتاب ہے ۔ خود نبی کریم ﷺ یزکیھم و **یعلمھم الکتاب و الحکمۃ** کے مصداق ہیں ۔آپ نے بات ٹال دی۔

پھر مجھ سے پوچھا : مرزا صاحبؒ کو کیا مانتے ہو ؟ میں نے کہا : انہیں مجدد مانتا ہوں۔ کہا نبی کیوں نہیں مانتے ہو ؟ عرض کیا : خاتم النبیینؐ کے بعد نبی کیسا ؟ پوچھا : مسئلہ ارتقاء کو مانتے ہو ؟ میں نے کہا : ہاں مانتا ہوں ۔ فرمایا : ختم نبوت اور

مسئلہ ارتقاء تو ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔ میں نے عرض کیا : جب ایک شیے مکمل ہو تو اس میں تغیر رک جاتا ہے ۔ مثلا جو ہوا حضرت آدمؑ کے پھیپھڑوں میں پہنچتی تھی وہی ہوا آج ہمارے آپکے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہے ۔ شروع سے اس میں نائٹروجن اور آکسیجن چلی آتی ہے ۔ کیا اس میں کوئی ترقی ہوئی ؟ بچہ پیدا ہوتا ہے ، دودھ خواہ ملکہ کا ہو یا بدو عورت کا دونوں کا دودھ جیسے پہلے تھا ویسے ہی اب بھی ہے ۔ اس میں سرمو کوئی فرق نہیں آیا ۔ کیا سورج نے کوئی ترقی کی ؟ جو چیز کامل ہو وہ ترقی نہیں کیا کرتی ۔ اس میں ترقی کی گنجائش ہی نہیں ہوتی ۔ جب ہمارے نبی کریم ﷺ آسمانِ روحانیت کے **سراجاً و قمراً منیراً** (٦١:٢٥) ہیں تو مزید ترقی کی گنجائش

علامہ شبلی نعمانیؒ سے انٹرویو

<u>سوال</u>: اس وقت کیوں مرزا صاحب کو امام نہیں مان لیا جاتا ؟

<u>جواب از علامہ شبلیؒ</u> : مرزا صاحب کو امام مان لینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ نہایت مستحسن امر ہے ۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ تم اوروں کو بھی اپنے ساتھ ملالو ، جہاں تک ہوسکے کوشش کرو ۔۔۔۔کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بیعت کرنے والے عوام الناس کی نسبت شریعت کی بہت عزت کرتے ہیں ۔لیکن ہاں ، لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں ہے ۔جس پر میں نے (یعنی انٹرویو لینے والے احمدی نے ۔مرتب) کہا کہ میں مرزا صاحب کا ایک شعر سناتا ہوں اس سے آپ نتیجہ نکال لینا کہ ان کا دعویٰ کیا ہے ۔ اور لوگوں کے کہنے کا کیا ہے وہ تو کہتے ہیں کہ خدا کی عورت اور لڑکے لڑکیاں بھی ہیں اس سے ہم خدا کو تو نہیں چھوڑ سکتے؟ سنئے شعر یہ ہے ع

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب ہاں ملہم ہستم و ز خداوند منذرم

اس پر مولانا موصوف نے فرمایا کہ اس طرح تو ان کا دعویٰ ٹھیک ہے اور اس کے ماننے میں کوئی ہرج نہیں ہے ۔" (اخبار الحکم قادیان ، ١٠ مارچ <u>١٩٠٦</u>ء ۔ص ٧)

نہیں رہی۔قدرت کے کئی قوانین دائمی اور بلا تغیر ہوتے ہیں ۔ ولن تجد لسنة الله تبدیلا (۳۵ : ۴۳) اس پر انہوں نے کہا مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی ۔ علم میں اضافہ ہوا۔مرزا صاحبؒ نے دین کی بڑی خدمت کی ہے ، ان کا بڑا مقام ہے ۔

حضرت امام الزمانؒ خود فرماتے ہیں :

"اگر ہم خادمِ دین نہیں تو پھر ہم کچھ بھی نہیں ۔ ہم مسلمان ہیں ہمارا کام قرآن پھیلانا ہے ۔"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۹ اپریل ۱۹۶۴ ء)

(۱۹) گاندھی جی سے ملاقات

تحریک خلافت (۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۴ء) کے زمانہ میں ایک مرتبہ میں ہندوستان گیا ۔واپسی پر سابرمتی کا اسٹیشن آیا میں وہاں اتر گیا کہ دریا کے کنارے مہاتما گاندھی کا ڈیرا تھا ۔ میں سابرمتی کے اسٹیشن سے پیدل چل کر وہاں پہنچا ۔ وہاں لمبی چوڑی آبادی تھی۔عورتیں ، مرد ، بوڑھے ، جوان وہاں جمع تھے ۔ گاندھی جی سے ملاقات ہوئی ۔ مجھے دیکھکر گھڑی دیکھنے لگے ۔ میں نے کہا آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں چلا جاؤں ۔ انہوں نے کہاکہ میں تو ایک پرگرام کے ماتحت جارہا ہوں ۔ آپ میرے پاس رات ٹھہریں ۔ میں نے کہا کہ میں نہیں ٹھہر سکتا ۔ میں نے نواب کوروائی کو اپنی آمد کی تار دے رکھی ہے ۔ چنانچہ میں وہاں سے چلا آیا ۔ گاڑی میں سوار ہوگیا ۔ لیکن جب احمد آباد کے اسٹیشن پر پہنچا تو ارادہ بدل گیا ۔ رات اسٹیشن پر بسر کرکے صبح کے وقت گاندھی جی کے پاس چلا گیا ۔

مجھے دیکھ کر گاندھی جی ہنس پڑے اور کہا : بہت اچھا ہوا کہ آپ پھر آگئے ۔

میں آپ کو جتنا وقت چاہیں دونگا ۔اور پوچھا : آپ کس غرض سے آئے ہیں ؟ میں نے کہا : میں نے آپ کو دو چار گالیاں دینی ہیں ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ تحریک خلافت کے سلسلہ میں آپ نے مجھے لاہور مشورہ کے لئے بلایا تھا ۔ اس وقت دوران گفتگو میں نے آپ سے دو سوال کئے تھے :

(۱)ہم ہجرت کررہے ہیں ۔ آپ کا کیا خیال ہے ۔ کیا ہمارا ہندوستان سے ہجرت کرجانا مفید ہوگا ؟ آپ نے کہا تھا کہ اس قدم سے انگریزی حکومت ہل جائے گی ۔ لیکن ہمارے ہندو بھائی یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مسلمان اکٹھے ہوکر کابل سے فوج لےکر آجائیں گے اور ہمیں قتل کر دیں گے ۔ یہ میں نہیں کہتا ایسا میری قوم کہتی ہے ۔

(۲)میں نے کہا پھر دوران گفتگو آپ نے بڑے زور شور سے کہا تھا کہ جب میں کسی امر کے متعلق ارادہ کرلیتا ہوں تو اس کو سرانجام دینے میں میرا قدم پیچھے نہیں ہٹتا ۔لیکن واقعات نے کچھ اور ہی ثابت کیا ۔ آپ تو پھس ہوکو رہ گئے ہیں ۔ آپ کا قدم آگے نہیں بڑھتا ۔ یہ کیا بات ہے ؟ انہوں نے کہا آپ دیکھتے ہیں کہ دن، چڑھتاہے تو پھررات آجاتی ہے ، بہار آتی ہے اور تیزی سے چلی جاتی ہے ۔ نیچر کا ہم نے مطالعہ کیا ہے یہی کچھ پایا ہے ۔

میں نے کہا یہ مثالیں صرف دل کو پرچانے کے لئے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ مردوں کے لئے کبھی خزان کا موسم نہیں آتا ۔ ان کے ارادوں میں حرارت ہوتی ہے ۔ اوروہ کبھی کم ہونے میں نہیں آتی ۔ آپ حضرت محمدرسول اللہ ﷺ کو دیکھیں کہ ان کا قدم ہمیشہ آگے ہی بڑھتا ہے ، وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹتا ۔ آپ میں اور حضرت محمدرسول اللہ ﷺ میں کتنافرق ہے ۔ آپ نہایت ہی کمزور ہیں ۔ لیکن انگریز کہتا ہے کہ آپ کو مرنے نہیں دینا ہے ۔ جیل میں آپ جائیں تو آپ کی بکری ساتھ جاتی ہے۔ کھانے پینے کے تمام لوازمات سے آپ متمتع ہوتے ہیں ۔

انگریز کو آپ کی جان کی حفاظت مدنظر ہوتی ہے ۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حالت یہ ہے کہ ان کے دشمن شیر اور بھیڑیئے ہیں ۔ فرعونؔ کی طرح جان کے درپے ہیں ۔ لیکن وہ ان جان لیوا درندوں سے نہیں گبھراتے ۔

یہ سن کر گاندھی جی نے کہا :

"محمد رسول اللہ (ﷺ) وہ مرد کامل ہیں کہ جن کے مقابلہ کا انسان پیدا ہونا نہایت مشکل ہے ۔ کہاں وہ اور کہاں میں ۔"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۶ و ۱۵)

(۲۰) حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بے نظیر عربی تصنیفات

حضرت مرزا غلامِ احمدؒ صاحب علیہ الرحمۃ کی کتابیں نورِایمان سے بھری ہوئی ہیں ، اوران کے پڑھنے سے اسلام کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت پر ایمان بڑھ جاتا ہے ۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً کہا ہے کہ عربی زبان میں کتابیں لکھوں اور یہ ایسی تصانیف ہونگی کہ نہ زبان کی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کوئی عجمی یا عربی اس کا مقابلہ کرسکے گا اور نہ حقائق اور معارف میں کسی کو تاب مقابلہ ہوگی ۔ یہ بڑا مشکل دعویٰ ہے ۔ ایک شخص جو پنجاب کے ایک دور افتادہ گاؤں میں رہتا ہے ، جہاں پنجابی کے سوائے اور کوئی زبان نہیں بولی جاتی ، کبھی عربی میں اس کو لکھنے یا بولنے کا موقعہ نہیں ملا ، وہ دنیا کو چیلنج دیتا ہے کہ میری عربی تصانیف کا جواب لکھنے کی ہمت کسی میں ہے تو وہ مقابلہ میں آئے ۔ اور کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوتی ۔ وہ لوگ جن کو حضرت امام الزمان کے ساتھ بڑی شدت کی دشمنی تھی اور ہے ۔ وہ بھی بار بار کے چیلنج کے مقابلہ میں نہ اٹھے ۔ اور نہ کسی

مصری یا شامی کو مقابلہ کی جرأت ہوئی ۔

ایک روسی عالم کی شہادت

ایک روسی فاضل جرمنی میں میری ملاقات کے لئے میرے ہاں تشریف لائے ۔ قدوقامت میں دیو ہیکل تھے ۔ اتنا لمبا چوڑا دیو ہیکل انسان ، بہت بڑا فاضل اور عربی کا بڑا ماہر ۔ اس نے سخت لہجے میں مجھ سے دریافت کیا : آپ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں ؟ میں نے کہا : مجدد ۔ کہنے لگا : بس مجدد ۔ میں نے کہا : ہاں مجدد ہی مانتا ہوں ۔ اسنے سینہ پر دونوں ہاتھ مار کر کہا : اوہ ! خدا ان کا بھلا کرے جنہوں نے کہا کہ یہ نبی مانتے ہیں ۔ پھر کہا : میں آپ کا قرآن دیکھنا چاہتا ہوں ۔ میں نے قرآن دکھایا ۔ اس نے ورق گردانی کرکے کہا : یہ تو وہی تیس پاروں والا قرآن ہے جس میں ایک سو چودہ سورتیں موجود ہیں ۔ حالانکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ انہوں نے قرآن میں سے وہ آیات نکال دی ہیں جو ان کے مخالف ہیں ۔ پھر کہا : مرزا صاحب کی کوئی کتاب دکھاؤ ۔ میں نے حضرت مرزا صاحبؒ کی عربی کتاب دی ۔ وہ اس کو پڑھتا رہا ۔ اس مطالعہ کے بعد اس نے کہا : اس میں تو نُور ہی نُور ہے ۔

جب ۱۹۲۵ء میں برلن مسجد کی تعمیر تکمیل کو پہنچی تو اس کے افتتاح کے

> **سید محمود حسام الدین صاحبؒ نقیبِ اشرف**
> (سجادہ نشین درگاہِ حضرت غوث الاعظم بغداد شریف)
> ”میں نے حضرت مرزا صاحبؒ کی عربی تصانیف پڑھی ہیں ، جن میں صوفیانہ رنگ پایا ہے۔ میں حضرت مرزا صاحبؒ کو گروہِ صوفیائے کرام میں سے سمجھتا ہوں۔“
> (اخبار پیغام صلح لاہور ، ۱۱ اگست ۱۹۳۶ء)

لئے ایک جلسہ منعقد کیا گیا ۔ تو اس تقریب پر پہلا لیکچر اسی روسی عالم کا ہوا ۔ اور اس نے وہاں گواہی دی کہ حضرت مرزا صاحبؒ کی کتابوں میں نُور ہے ۔ تو معلوم

ہوا کہ یہ شخص (یعنی حضرت مرزا صاحبؑ ۔ مرتب) صاحبِ کرامت ہے ۔اس کی کتابیں پڑھنے سے دشمن بھی قائل ہوجاتا ہے ۔

میں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی کتابیں انگلستان میں ، جرمنی میں عربوں کو، مصریوں کو دکھائیں ، روس اور بخارا اور ترکی کے علماء کے سامنے رکھیں اور ان سے کہا کہ ان کی عربی فصاحت و بلاغت اور جو معارف ان کے اندر بیان کئے گئے ہیں ان کے متعلق رائے دیں ۔ مجھے ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا جس نے انکار کیا ، کہ یہ وہ کتابیں ہیں جن کی فصاحت وبلاغت بھی بے نظیر ہے اوران میں وہ معارف بیان کئے گئے ہیں جو دوسری کتابوں اور تفسیروں میں نظر نہیں آتے ۔

علامہ شکیب ارسلان کی گواہی

جامعہ ازہر مصر کے ایک بہت بڑے پایہ کے عالم شکیب ارسلانؒ بھی اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے معتقد ہوگئے ۔ انہوں نے لوازن کانفرنس میں میری دعوت کی تھی ۔ جب وہ جرمنی آئے تو میں ان کے سلام کے لئے گیا ۔ وہ ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے ۔ جب میں اوپر ان کے کمرے میں پہنچا تو میں نے السلام علیکم کہا ۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا ۔میں نے پھرالسلام علیکم کہا ، انہوں نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا ۔میں واپس ہو لیا ۔جب سیڑھیوں کے نیچے پہنچا تو وہ بھی ننگے پاؤں نیچے پہنچ گئے اور مجھے اپنے ساتھ اوپر لے گئے ۔ اور کہا : دیکھو ! ہم عرب لوگ ہیں جو ہمارے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ہوتا ہے ۔ میں آپ کی شکل دیکھنا نہیں چاہتا ۔کیونکہ آپ نے نیا دین بنایا ہے ۔ پراپیگنڈا بڑی خطرناک چیز ہے ۔ پراپیگنڈا بڑے بڑوں کو متاثر کردیتا ہے ۔اور نیک آدمیوں کو بدنام کردیتا ہے ۔میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں ، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے : جب کسی کے بارے میں کوئی بری رپورٹ سنو تو قبول نہ کرو ، جب تک متعلقہ شخص سے پوچھ نہ لو ۔ یہ سن کر انہوں نے سر جھکا لیا ۔ پھر تھوڑے وقفہ کے بعد

پوچھا : آپ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں ؟ میں نے کہا : " مجدد "۔ کہنے لگے مجدد مانتا تو اسلامی اعتقاد ہے ۔ اس پر تو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ۔ میں آپ کی بات کو درست یقین کرتا ہوں ۔ تاہم یہ بات ان کی کتاب سے دیکھنا چاہتا ہوں ۔ میں نے کہا : میں یہ بات ان کی کتابوں میں دکھا سکتا ہوں ۔ اس پر وہ میرے ساتھ میرے مکان پر آگئے۔میں نے ان کو " آئینہ کمالات اسلام " میں یہ عبارت دکھائی **ولست بنبي و من ادعى النبوة فقد كفر** ۔ یہ فقرہ دیکھ کر انہوں نے کہا : یہ تو حد ہوگئی۔ پھر میں نے بتایا کہ انہوں نے اپنامقام یہ بتایا ہے **بعثني الله مجدداً** ۔ اس سے ان کی تسلی ہوگئی ۔ اور انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ سب کچھ لکھ دیا ۔

دو لطیفے

دو لطیفے آپ کو سناتا ہوں ۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایک بہت بڑا عالم تھا ، مولانا عبداللہ ٹونکی ، عربی زبان کا متبحر عالم تھا ۔ اس نے عربی میں ایک خط لکھ کرایک آدمی کو دیا

> ### حیرت کی بات
>
> ایک قاری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بر صغیر ہندوپاک کے مشہور غیر احمدی عالم ونقاد علامہ نیاز فتحپوری مرحوم اپنے ماہنامہ "نگار" کے ستمبر ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں رقمطراز ہیں :
>
> "حضرت مرزا صاحب انگریزی جانتے تھے یا نہیں مجھے معلوم نہیں ۔ لیکن ان کی عربی دانی سے آپکا انکار کرنا حیرت کی بات ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کے عربی کلام ، نظم ونثر، کی فصاحت وبلاغت کا اعتراف خود عرب کے علماء فضلاء نے کیا ہے ۔ حالانکہ انہوں نے کسی مدرسہ میں عربی ادبیات کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ کارنامہ بڑا زبردست ثبوت انکے فطری وہبی کمالات کا ہے۔"

کہ مرزا صاحب کے پاس قادیان لے جاؤ ۔ اور جب وہ مجلس میں بیٹھے ہوں تو

انہیں دے دو ۔ اور اسی وقت مجلس میں ہی جواب لکھنے کے لئے کہو ۔ اندر گھر میں مت لے جانے دو ۔ اس سے اُس کی قلعی کھل جائے گی ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے وہیں مجلس میں بیٹھے بیٹھے قلم برداشتہ جواب لکھ دیا ۔ جس کو پڑھ کر وہ شخص شرمندہ ہو گیا ۔ اور جب اپنے استاد، مولانا عبداللہ ٹونکی کو وہ خط لے جاکر دیا ، تو اسے بھی بعض الفاظ کے سمجھنے کے لئے لغات دیکھنی پڑی ۔

یہ تو پھر بھی ہندوستانی مولوی تھا ۔ ایک مادری عربی زبان والا عبدالحی عرب آیا ، اور کہا کہ آیئے میرے سامنے بیٹھ کر عربی لکھیئے ، اور میں بھی لکھتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا : میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں لکھ سکتا ۔ اسے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا تو بہانہ ہے ۔ یہ شخص لکھ ہی نہیں سکتا ۔ عبدالحی عرب نے حضرت مرزا صاحبؒ کو شکست دینے کا ارادہ کرلیا تھا ۔ وہ ہر روز ایک رقعہ عربی زبان میں لکھ کر لے آتا ۔ جب صبح کے وقت حضرت مرزا صاحبؒ سیر کے لئے سیڑھیوں سے اترتے تو عرب مذکور وہ رقعہ ان کے ہاتھ میں دے دیتا ۔ اور اس کا جواب طلب کرتا ۔ حضرت مرزا صاحبؒ اس رقعہ کو دیوار پر رکھ کر اس کی پشت پر جواب لکھ دیتے ۔ جب رقعوں کی تعداد بڑھ گئی تو عرب صاحب مذکور ان کو دیکھ کر شرمندہ ہوگئے ۔ کہ یہ صاحب تو مجھ عرب سے بہتر اور شستہ عربی لکھنے پر قدرت رکھتے ہیں ۔

(ماخوز از اخبار پیغام صلح لاہور ۔ مجریہ ۲۳ جنوری ۱۹۵۷ء، ۳ جون ۱۹۵۹ء اور ۴ مئی ۱۹۶۰ء)

اللہ اور رسولؐ سے بغاوت و سرکشی ؟

(مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب مرحوم)

"کفر جو اصلاً ترجمہ ہے اللہ اور رسولؐ سے بغاوت و سرکشی کا، اسکے شواہد شاید مرزا صاحب کی تحریروں سے نہ مل سکیں، بلکہ اُس کے برعکس نُصرتِ دین اور حمایتِ اسلام ہی کے جذبات کی افراط ملے گی۔" (اخبار "صدقِ جدید" ۱۰ اگست ۱۹۵۱ء)

(۲۱) نفس لوامہ کا انتباہ اور اسکی خلاف ورزی کا نتیجہ

جہاں اللہ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے ایک روشن چراغ یعنی قرآن شریف انسان کو عطا کیا وہیں ایک اور روشن چراغ انسان کے اندر بھی رکھ دیا۔ ہر انسان کے اندر خدا تعالیٰ نے نفس لوامہ رکھا ہے۔ لیکن پھر بھی انسان کسی نہ کسی طرح نفس لوامہ کی تنبیہہ کا ترک کر کے اس کے خلاف کام کرتا ہے۔ جس طرح راستہ پر چلتے ہوئے ٹریفک کا سپاہی موجود ہو تو ہر شخص ہوش میں آجائے گا کہ مجھے ٹریفک کے اصول اور قانون کا پابند رہنا چاہیئے۔ لیکن اگر ٹریفک کا سپاہی موجود نہ ہو تو پھر اچھا پڑھا لکھا شخص بھی قانون کی پرواہ نہیں کرتا۔ نفس لوامہ ٹریفک کے سپاہی کی طرح کام کرتا ہے۔ تم سے تمہارے بُرے کام کی کوئی باز پُرس کرے یا نہ کرے، گورنمنٹ گرفتار کرسکے یا نہ کرسکے یہ الگ بات ہے۔ لیکن جب تم معصیت کرتے ہو تو تمہارے دل پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ کوئی سزا دے یا نہ دے، کسی کو علم ہو یا نہ ہو، لیکن تمہیں تو نقصان پہنچ گیا۔ خدا کا قانون اٹل ہے۔ سزا ملتی ہے۔ وہ قلب جس پر خدا اترتا ہے، یہ دل خدا کا عرش ہے۔ اس کو تم نے گندہ اور تاریک کرلیا۔ نفس لوامہ کہتا ہے کہ اس کام کو چھوڑ دو۔ تم اس آواز کو نہیں سنتے تو اپنا نقصان کرتے ہو۔

ایک بیرسٹر نے جس کا میں نام نہیں لیتا، اپنے داماد کو جو سیشن جج تھا کہا: تمہارے پاس قتل کے اتنے مقدمے آتے ہیں، ان سے خوب پیسے کماؤ۔ ایک ایک مقدمے سے کئی کئی ہزار روپیہ تمہیں مل سکتا ہے۔ خوب کماؤ۔ تمہارے بچے ولایت چلے جائیں گے۔ ان کی زندگی بن جائے گی۔ بعد میں توبہ کرلینا۔ یہ حجت بازیاں اور حیلہ سازیاں ہیں۔ خدا تعالیٰ ان باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ کوئی کہتا ہے کہ یورپین لوگ شراب پیتے ہیں، اگر ہم بھی تھوڑی سی شراب پی لیں گے تو کیا ہو جائے گا؟

ایسی حجت بازیاں بے کار ہیں ۔ ان سے دل پر سیاہی کا نقطہ بڑھتا چلا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ سارے کا سارا دل سیاہ ہوجاتا ہے ۔ یہ بہت بڑا نقصان ہے ۔

ایک عبرتناک واقعہ

ایک واقعہ سناتا ہوں ، غالبًا آپ نے بھی سنا ہوگا ، ایک بلند پایہ اور ذہین افسر تھا ، اس کو ہزار روپیہ تنخواہ ملتی تھی ۔ وہ بہت متمول سوسائٹی میں قدم رکھنے لگا۔ ساڑھیاں خریدی جانے لگیں ، اخراجات تنخواہ میں پورے نہ ہوئے تو رشوت لینی شروع کردی ۔ ساڑھیوں کے پلندے اور سینڈل آنے لگے ۔ آخرش پتہ لگ گیا ۔ اس رسوائی اور بدنامی کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوا ۔ اس نے ایک رات سارے گھروالوں کو جمع کیا اور کہا کہ ہماری کارستانیوں کا پتہ لگ گیا ہے ۔بڑی رسوائی اور بدنامی کی بات ہے ۔اب جی کر کیا کرنا ہے ، چلو سب مل کر خواب آور گولیاں کھا لیں۔چنانچہ سب نے گولیاں کھا لیں ، صبح ہوئی تو سب مرے پڑے تھے ۔ ایک شاندار گھرانہ اور ایک لائق فائق افسر اس طرح گناہ کی زندگی میں ملوث ہوکر ختم ہوگیا۔اسی قسم کے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے : **یومئذ یود الذین کفروا و عصوا الرسول لو تسوی بھم الارض** (۴ : ۴۲) یعنی وہ دن آئے گا جب خدا تعالیٰ کا انکار کرنے والے کہیں گے کہ کاش ہم آج زندہ نظر نہ آتے ، زمین میں گڑ جاتے ، اور زمین ہم پر ہموار ہوجاتی ۔ **و لا یکتمون اللہ حدیثا** ۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ کوئی بھی بات چھپا نہ سکیں گے ، سارے کا سارا معاملہ روشن ہوجائے گا ۔ پس ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں جھانکی لگائے اور اس آیت کے پڑھنے کے بعد خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کرے کی آئندہ اس کی زندگی اسلام کے مطابق گذرے گی ۔

(ماخوذاز خطبہ جمعہ، مندرجہ پیغام صلح لاہور ۱۵جنوری ۱۹۶۹ء)

(۲۲) ایک مولوی صاحب کی کٹھ حجتی

۱۹۶۱ء کی بات ہے کہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے ۔میں نے انہیں کہا

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لئے دوبارہ نہیں آسکتے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے و رسولا الی بنی اسرائیل (۳ : ۴۸) ۔ ان کا دائرہ عمل صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا کیونکہ وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے رسول بناکر بھیجے گئے تھے ، نہ کی امت محمدؐیہ کے لئے۔اس نے کہا قرآن میں ٹھیک لکھا ہے ۔ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ ضرور آسکتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ لاہور کے ڈپٹی کمشنر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ گوجرانوالہ کی حدود میں جاکر کوئی حکم نافذ کرے ۔ اسی طرح گوجرانوالہ کے ڈپٹی کمشنر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ لاہور کے حدود میں کوئی حکم جاری کرے ۔ اسی طرح پیغمبروں کے متعلق بھی حضرت نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے **کان النبی یبعث الی قومه خاصة و بعثت الی الناس عامة** . پہلے انبیاء خاص خاص اقوام کی طرف آتے رہے ہیں۔لیکن میں تمام لوگوں کی طرف آیا ہوں ۔ وہ مولوی صاحب کہنے لگے : ہاں ٹھیک ہے ۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آئیں گے ۔ یہ ہے ان لوگوں کا قرآن کریم کا احترام ، اور یہ ہے حدیث شریف کا ادب !

حضرت عمرؓ کا عمل بالقرآن

حضرت عمرؓ کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے دربار میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا **لا تعطینا الجزل ولا تحکم بالعدل** ۔ نہ آپ ہمیں روپیہ پیسہ دیتے ہیں اور نہ آپ عدل سے کام لیتے ہیں ۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا ۔ ایک بزرگ شخص جو اُن کے پاس بیٹھے تھے ، انہوں نے کہا : **خذالعفو وامربالعرف واعرض عن الجاهلین**(سورۃالاعراف ۷ آیت ۱۹۹) یعنی درگزر سے کام لے اور نیک کام کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرلے ۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ وہیں ٹھہر گئے ۔ **فما تجاوز عمر وکان وقانا عند کتاب الله** ۔ حضرت عمرؓ نے کوئی تجاوز نہ کیا ۔ کیونکہ آپ قرآن کریم کا حکم سن کر وہیں رک جاتے تھے ۔ یہ تعلیم ہے خدا اور رسول ﷺ کی ۔

(ماخوذاز خطبہ جمعہ، مندرجہ پیغام صلح لاہور ۱۴ جون ۱۹۶۱ء)

(۲۲) بشپ لیفرائے اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب

لندن سے ایک بشپ پادری ، پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لیکر ۱۹۰۰ء میں ہندوستان آئے ، اس غرض سے کہ بہت جلد ہندوستان کو عیسائی بنادیں گے ۔ میری ان سے ملاقات ۱۹۰۵ء میں ہوئی ، جب میں ایک انگریز کی کوٹھی پر بیٹھا ہوا تھا۔وہ وہاں آگئے اور صاحب مکان نے میرا تعارف ان سے کرایا اور میرا نام لیکر کہا کہ یہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ کے مرید ہیں ۔لیکن اس نے صرف " very interesting " کہہ کر ٹال دیا ۔ کوئی بات چیت میرے ساتھ نہ کی ۔ یہ پادری مشہور بشپ لیفرائے تھا ۔ نہایت خوبصورت چہرہ ، نہایت لسان اور فصیح لیکچرار تھا ۔ اس شخص نے ۱۹۰۰ء میں انارکلی لاہور کے گرجا گھر میں لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ نبی معصوم صرف حضرت عیسیٰؑ ہے ۔ ان دنوں احمدی جماعت کے جناب مفتی محمد صادق صاحبؒ لاہور میں اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم تھے ۔ وہ بھی بشپ صاحب کے لیکچر میں چلے گئے ، اور دو چار باتیں ان سے پوچھیں ۔ بشپ لیفرائے صاحب ان کاجواب دینے سے عاجز آگئے اور گھبرا گئے ۔ اس نے اعلان کیا کہ ۲۵ مئی کومیں لاہور کے رنگ محل سکول میں " زندہ رسول " پر لیکچر دوں گا ۔ مسلمانوں میں سے کسی نے اس چیلنج کا نوٹس نہ لیا ۔ لیکن جناب مفتی صاحب موصوف لیکچر کے اس اعلان کو سن کر قادیان گئے اور سارا ماجرا اپنے مرشدِ کامل حضرت مرزا غلام احمد

صاحبؓ کے گوش گزار کیا ۔حضرت مرزا صاحبؑ نے فرمایا ، اس میں گھبرانے والی کیا بات ہے ، لاؤ میں جواب لکھ دوں ۔ غور کیجئے ، ابھی لیکچر کا صرف اعلان ہوا ہے ، کسی کو معلوم نہیں کہ بشپ صاحب اپنے لیکچر میں کیا کیا کہیں گے ۔ حضرت مرزا صاحبؑ پہلے ہی جواب لکھنے بیٹھ گئے ۔ چنانچہ جب بشپ لیفرائے کا لیکچر ہوا تو اس کے بعد مفتی محمد صادق صاحبؓ نے حضرت مرزا صاحبؑ کا رقم فرمودہ مضمون پڑھ کر سنایا ۔ لوگ حیران رہ گئے کہ اس میں پادری صاحب کی ہر بات کا دندان شکن جواب پہلے سے موجود تھا ۔

بشپ لیفرائے کی تلملاہٹ

بشپ لیفرائے اور تو کچھ نہ کہہ سکا ، صرف ایک جملہ کہکر اپنی جان چھڑانے لگا ، کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ۔ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں ۔ اس لئے مسلمانوں کے نمائندہ نہیں ہوسکتے ۔ اس وقت اہل مجلس مسلمانوں نے شور مچا کر کہا : نہیں ! یہ مسلمان ہیں اور یہی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں ۔

اس کے بعد حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع ہوا ، جس میں بشپ صاحب موصوف کو " زندہ نبی اور معصوم نبی " کے موضوع پر مناظرہ کا چیلنج تھا ۔ غیر احمدی مسلمانوں کا ایک وفد بھی پادری صاحب کے پاس گیا ، اور پنجاب و دیگر شہروں کے سرکردہ مسلم زعماء کا تحریری اقرارنامہ دکھاکر کہا کہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت مرزا صاحبؑ ہی نمائندہ مقرر ہوئے ہیں ، اس لئے اب بشپ صاحب کو مناظرہ قبول کرلینے میں کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے ۔ اس امر کی تشہیر ملک کے نامی اخبارات کے ذریعہ بھی کرائی گئی (تفصیل حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ صاحبؒ کی مشہور تالیف مجدداعظم سہ جلد میں دیکھی جاسکتی ہے ۔ خاکسار مرتب) ۔ لیکن بشپ صاحب موصوف نے کہا کہ میں شملہ جا رہا ہوں اس لئے مناظرہ نہیں کر سکتا ۔ مسلمانوں نے بہت زور دیا کہ شملہ جانا فی الحال ملتوی کردیں ، کیونکہ یہ اہم

مذہبی معاملہ ہے ۔ اور اسی غرض کے لئے آپ سات سمندر پار کرکے یہاں تشریف لائے ہیں ۔لیکن بشپ صاحب نے ایک نہ مانی ۔ پھر انہیں کہا گیا کہ بہت اچھا ، مناظرہ شملہ میں ہی ہوجائے ۔ بشپ صاحب نے کہا کہ وہاں جا کر جواب دوں گا ۔ اور شملہ پہنچ کر انکار بھیجدیا ۔ اور اس کے بعد کبھی مقابلہ کے لئے سامنے آنے کی جرأت نہ کی ۔

☆☆☆

نوٹ از خاکسار مرتب

یہاں ہم اپنے معزز قارین کی خاطر حضرت مرزا صاحب کے اُس تاریخی اشتہار کا ایک حصہ نقل کرنا چاہیں گے ، جو انہوں نے ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا تھا ۔ اشتہار کا عنوان تھا "بشپ صاحب لاہور سے ایک سچے فیصلہ کی درخواست"۔ اشتہار کے الفاظ پڑھ کر قارین کرام کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ یہ چیلنج کس شان کا تھا :

"میں نے سنا ہے کہ بشپ صاحب لاہور نے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت کی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر اپنے نبی ﷺ کا معصوم ہونا ثابت کرکے دکھلا دیں ۔ میرے نزدیک بشپ صاحب موصوف کا یہ بہت عمدہ ارادہ ہے کہ وہ اس بات کا تصفیہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں بزرگ نبیوں میں سے ایسا کون ہے جس کی زندگی پاک اور مقدس ہو ۔لیکن میں سمجھ نہیں سکتا کہ اس سے ان کی کیا غرض ہے ۔ کہ کسی نبی کا معصوم ہونا ثابت کیاجائے ، یعنی پبلک کو یہ دکھلایا جائے کہ اس نبی سے اپنی عمر میں کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ میرے نزدیک یہ ایسا طریق بحث ہے جس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں ہوگا ۔ کیونکہ تمام قوموں کا اس پر اتفاق نہیں ہے کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل نہیں ۔ مثلا بعض فرقے شراب پینا گناہ سمجھتے ہیں ۔ اور بعض کے عقیدہ

کے مطابق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جائے ، اور ایک نو مُرید مع بزرگانِ دین کے اس روٹی کو نہ کھاوے اور شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہوسکتی ۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی زنا ہے ۔ مگر بعض کا مذہب یہ ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بے شک اس صورت میں ہم بستر ہوجائے جب کہ کسی وجہ سے اولاد ہونے سے ناامیدی ہو ۔ اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے ۔ اور اختیار ہے کہ دس گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہے ۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جُوں یا پِسّو مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام جانوروں کو سبز ترکاریوں کی طرح سمجھتا ہے ۔اور ایک مذہب میں سؤر کا چھونا بھی انسان کو ناپاک کردیتا ہے اور دوسرے کے مذہب میں تمام سفید اور سیاہ سؤر بہت عمدہ غذا ہیں ۔اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دنیا کو کلی اتفاق نہیں ہے ۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعویٰ کرکے پھر بھی اوّل درجہ کے معصوم ہیں ، مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اور کو خدا کے برابر ٹھہراوے ۔غرض یہ طریق مختلف فرقوں کے لئے ہرگز حق شناسی کا معیار نہیں ہوسکتا جو بشپ صاحب نے اختیار کیا ہے ۔ہاں یہ طریق نہایت عمدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا علمی اور عملی اوراخلاقی اور تقدسی اور برکاتی اور تاثیراتی اور ایمانی اور عرفانی اور افاضہ خیر اور طریق معاشرت وغیرہ وجوہِ فضائل میں باہم موازنہ اورمقابلہ کیا جائے یعنی یہ دکھلایا جائے کہ ان تمام امور میں کس کی فضیلت اور فوقیت ثابت ہے اور کس کی ثابت نہیں ۔کیونکہ جب ہم کلامِ کلی کے طور پر تمام طرق فضیلت کو مدنظر رکھ کر ایک نبی کے وجوہ فضائل بیان کریں گے تو ہم پر یہ طریق بھی کھلا ہوگا کہ اسی تقریب پر ہم اس نبی کی پاک باطنی اور تقدس اور طہارت اور معصومیت کے وجوہ بھی جس قدر

ہمارے پاس ہوں بیان کردیں ۔ اور چونکہ اس قسم کا بیان صرف ایک جزوی بیان نہیں ہے بلکہ بہت سی باتوں اور شاخوں پر مشتمل ہے اس لئے پبلک کے لئے آسانی ہوگی کہ اس تمام مجموعہ کو زیر نظر رکھ کر اس حقیقت تک پہنچ جائیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے درحقیقت افضل اور اعلیٰ شان کس نبی کو حاصل ہے ---- اگر ہماری بحثیں محض خدا کے لئے ہیں تو ہمیں وہی راہ اختیار کرنی چاہئیے جس میں کوئی اشتباہ اور کدورت نہ ہو ۔ کیا یہ سچ نہیں کہ معصومیت کی بحث میں پہلے قدم میں ہی یہ سوال پیش آئے گا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے عقیدہ کی رو سے جو شخص عورت کے پیٹ سے پیدا ہوکر خدا یا خدا کا بیٹا ہونا اپنے تئیں بیان کرتا ہے وہ سخت گنہگار بلکہ کافر ہے ۔ تو پھر اس صورت میں معصومیت کیا باقی رہی ؟ اور اگر کہو کہ ہمارے نزدیک ایسا دعویٰ نہ گناہ ہے نہ کفر کی بات ہے تو پھر اسی الجھن میں آپ پڑگئے جس سے آپ بچنا چاہئیے تھا۔کیونکہ جیسا آپ کے نزدیک حضرت مسیحؑ کے لئے خدائی کا دعویٰ کرنا گنا ہ کی بات نہیں ہے ایسا ہی شاکت مت والے کے نزدیک ماں بہن سے بھی زنا کرنا گناہ کی بات نہیں ہے اور آریہ صاحبوں کے نزدیک ہر ایک ذرّہ کو اپنے وجود کا آپ ہی خدا جاننا اور اپنی پیاری بیوی کو باوجود اپنی موجودگی کے کسی دوسرے سے ہم بستر کرا دینا کچھ بھی گناہ کی بات نہیں اور سناتن دھرم والوں کے نزدیک راجہ رام چندر اور کرشن کو اوتار جاننا اور پرمیشر ماننا اور پتھروں کے آگے سجدہ کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں اور ایک گبر کے نزدیک آگ کی پوجا کرنا کچھ گناہ کی بات نہیں ۔ اور ایک فرقہ یہودیوں کے مذہب کے موافق غیر قوموں کے مال کو چوری کرلینا اور ان کو نقصان پہنچا دینا کچھ گناہ کی بات نہیں اور بجز مسلمانوں کے سب کے نزدیک سود لینا کچھ گناہ کی بات نہیں تو اب ایسا کون فارغ جج ہے کہ ان جھگڑوں کا فیصلہ کرے ، اس لئے حق کے طالب کے لئے افضل اور اعلیٰ نبی کی شناخت کے لئے یہی طریقہ کھلا ہے جو مَیں نے بیان کیا ہے ----ایک شخص شراب نہیں پیتا ، رہزنی نہیں کرتا ، ڈاکہ نہیں

مارتا ، خون نہیں کرتا، جھوٹی گواہی نہیں دیتا ، ایسا شخص صرف اس قسم کی معصومیت کی وجہ سے انسان کامل ہونے کا ہرگز مستحق نہیں ہوسکتا اور نہ کسی اعلیٰ نیکی کا مالک ٹھہر سکتا ہے ۔۔۔۔محض شرارت سے باز رہنا کوئی اعلیٰ خوبیوں کی بات نہیں ۔ ایسا تو کبھی سانپ بھی کرتا ہے کہ آگے سے خاموش گذر جاتا ہے ۔ اور حملہ نہیں کرتا ، اور کبھی بھیڑیا بھی سامنے سے سرنگوں گذر جاتا ہے ۔ ہزاروں بچے ایسی حالت میں مرجاتے ہیں کہ کوئی ضرر بھی کسی انسان کو انہوں نے نہیں پہنچایا تھا ۔۔۔(پس) انسان کامل کی شناخت کے لئے کسبِ خیر کا پہلو دیکھنا چاہیئے یعنی یہ کہ کیا کیا حقیقی نیکیاں اس سے ظہور میں آئیں اور کیا کیا حقیقی کمالات اس کے دل اور دماغ اور کانشنس میں موجود ہیں ، اور کیا کیا صفات فاضلہ اس کے اندر موجود ہیں ۔سو یہی وہ امر ہے جس کو پیش نظر رکھ کر حضرت مسیحؑ کے ذاتی کمالات اور انواع خیرات اور ہمارے نبی ﷺ کے کمالات اور خیرات کو ہر ایک پہلو سے جانچنا چاہیئے مثلاً سخاوت ، فتوت ، مواسات ، حقیقی حلم جس کے لئے قدرتِ سخت گوئی شرط ہے، حقیقی عفو جس کے لئے قدرتِ انتقام شرط ہے، حقیقی شجاعت جس کے لئے خوفناک دشمنوں کا مقابلہ شرط ہے ، حقیقی عدل جس کے لئے قدرتِ ظلم شرط ہے، حقیقی رحم جس کے لئے قدرتِ سزا شرط ہے اور اعلیٰ درجہ کی زیرکی اور اعلیٰ درجہ کا حافظہ اور اعلیٰ درجہ کی فیض رسانی اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور اعلیٰ درجہ کا احسان جن کے نمونے اور نظیریں شرط ہیں ۔پس اس قسم کی صفات فاضلہ میں مقابلہ اور موازنہ ہونا چاہیے نہ صرف ترک شر میں جس کا نام بشپ صاحب معصومیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبیوں کی نسبت یہ خیال کرنا بھی ایک گناہ ہے کہ انہوں نے چوری ڈاکہ وغیرہ کا موقع پاکر اپنے تئیں بچایا یا یہ جرائم ان پر ثابت نہ ہوسکے۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "مجھے نیک مت کہہ" یہ ایک ایسی وصیت تھی جس پر پادری صاحبوں کو عمل کرنا چاہیئے تھا ۔اگر بشپ صاحب تحقیق حق کے درحقیقت شایق ہیں تو وہ اس مضمون کا اشتہار دے دیں کہ ہم مسلمانوں سے اسی

طریق سے بحث کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نبیوں میں سے کمالاتِ ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی و قولی و فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی اور طریق معاشرت کے رو سے کون نبی افضل و اعلیٰ ہے ۔ اگر وہ ایسا کریں اور کوئی تاریخ مقرر کرکے ہمیں اطلاع دیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص تاریخ مقررہ پر ضرور جلسہ قرارداده پر حاضر ہو جائے گا ۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ، ص ۲۵۳ تا ۲۶۰)

مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم

کے دیباچہ تفسیر القرآن میں اعترافِ حق

"اسی زمانہ میں پادری لیفرائی پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لیکر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا ۔ کہ تھوڑے عرصہ میں ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا ۔۔۔۔ ہندوستان میں داخل ہوکر بڑا تلاطم برپا کیا ۔ اسلام کی سیرت و احکام پر اس کا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا ۔۔۔۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اسکے خیال میں کارگر ثابت ہوا ۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے اور لیفرائی اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہوکر دفن ہوچکے ہیں ۔ اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں ۔ پس اگر سعادتمند ہو تو مجھ کو قبول کرلو ۔ اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لیکر ولایت تک پادریوں کو شکست دے دی ۔"

(دیباچہ ص ۳۰ ، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور ، طبع ۱۹۳۴ء)

نوٹ ۔بعد کے ایڈیشنوں سے یہ عبارت حذف کردی گئی ہے ۔

(۲۴) نماز جنازہ کی دُعا

پہلی جنگ عظیم کے وقت میں انگلستان میں تھا۔ مجھے ایک روز پہلے خبر ملی کہ ایک مسلمان فوجی کی میّت ووکنگ مسجد میں نماز جنازہ کے لئے لائی جانے والی ہے۔ میں نے راتوں رات نماز جنازہ کا انگریزی ترجمہ چھپوا کر تیار رکھا۔ جب مسلمان فوجی کی میّت مسجد میں نماز جنازہ کے لئے لائی گئی تو نماز جنازہ کا انگریزی ترجمہ تمام حاضرین میں تقسیم کیا گیا۔

نماز جنازہ پڑھنے سے قبل میں نے سارے اجتماع کو مخاطب کرکے کہا کہ نماز جنازہ میں کوئی رکوع، کوئی سجدہ نہیں، ساری کی ساری نماز کھڑے کھڑے ہی ادا کی جاتی ہے۔ نمازجنازہ عام نمازوں سے مختلف ہے۔ اس میں وقفہ وقفہ کے بعد چار تکبیریں پُکاری جاتی ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء اور سورہ فاتحہ تلاوت کی جاتی ہے، دوسری تکبیر کے بعد دَرُود اور تیسری تکبیر کے بعد دُعائے میّت پڑھی جاتی ہے، چوتھی اور آخری تکبیر کے بعد دائیں اور بائیں سلام پھیری جاتی ہے۔ اوراس کے ساتھ ہی نمازجنازہ ختم ہوجاتی ہے۔

تیسرے وقفے میں جو دعا میّت کے لئے کی جاتی ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا اے خدا! جتنی میری قوم زندہ ہے اس کی میں تیری جناب سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وَ مَیِّتِنَا اور ہم میں سے جتنے لوگ گزر چکے ہیں ان کی بخشش کے لئے دعا کرتاہوں، کہ ان کو اپنی جناب سے ثواب و برکات عطا فرما اور اپنا قرب نصیب کر۔ آپ سوچیں کیا اس حدتک کسی دوسرے انسان کا خیال کیا گیا ہے کہ اس کو اپنی قوم کے گذرے ہوئے افراد کی بھی فکر ہو؟

وَ شَاهِدِنَا وَ غَآئِبِنَا اور اے خدا ! ہم میں سے جو اب موجود ہیں اوروہ جو یہاں موجود نہیں ، ان سب کی مغفرت فرما کر اپنے فضل و کرم کی نعمتیں عطا کر ۔ کیا شان ہے آنحضرت ﷺ کی اور کیا قلب ہے حضور ﷺ کا ! جس کی تصویر ان مختصر الفاظ میں نظر آتی ہے ۔

وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَاُنْثٰنَا اے خدا ، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں ، مردوں اور عورتوں کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے ۔

اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اے خالق و مالک خدا ! تو جن کو ہم میں سے زندہ رکھے ان کو توفیق دے کی اسلام کی پاک تعلیمات پر چلیں ، اور جو ہم میں سے مرجائے تو اسکی وفات ایمان پر ہو ۔

ووکنگ انگلستان کا ایک چھوٹا سا شہر ہے ۔ وہاں کے لوگوں میں ایک مسحور کن کیفیت پیدا ہوگئی وہ حیران تھے کہ یہ محمد(رسول اللہ ﷺ) کا دین کیا ہے اور ہم نے آج تک کیا سمجھ رکھا تھا ۔یہ جذبہ حضور نبی کریم ﷺ نے پیدا کیا ہے ۔ قوم ایسے ہی جذبوں سے استوار ہوتی ہے ۔(ماخوذ از اخبار "پیغام صلح "لاہور ، ۸نومبر ۱۹۶۱ء)

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کا بیان

"ووکنگ مشن(۱)کو دیکھا ۔ انگریز و میم نو مسلموں سے ملاقات ہوئی ۔لندن میں ہر جمعہ اور ووکنگ میں اتوار کو اجتماع ہوتا ہے ۔کام کی صداقت میں کلام نہیں ۔ مگر اس سے زیادہ روپیہ اور محنت درکار ہے ۔ ایک دو دفعہ میں نے بھی نماز پڑھائی ۔"(مکتوب بنام نواب سیدامیر حسن خان ، مرقومہ ۲۴فروری ۱۹۲۰ء ۔ بحوالہ "معارف" ماہ ستمبر ۱۹۵۵ء)

(۱)یورپ کا پہلا باقاعدہ اسلامی مشن ،جس کی بنیاد مشہورِعالم و کامیاب ترین احمدی مبلغ اسلام الحاج خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ نے ۱۹۱۲ء میں رکھی تھی ۔یہ اسی مشن کی کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ آج یورپ میں اسلام کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔اس مشن کی بدولت ہزاروں پڑھے لکھے انگریز اسلام کی آغوش میں آگئے ۔مرتب

(۲۵) ووکنگ مسجد کی نمازِ عید

گرجاگھر میں امیر آدمیوں کے لئے جگہ پہلے سے مخصوص رہتی ہے ۔ اس لئے وہ جب آئیں انہیں اپنی جگہ مل جاتی ہے ۔ لیکن مسجد میں ایسا نہیں ہوتا ۔ نماز پڑھنے میں اگر غریب آدمی امیر آدمی سے پہلے مسجد آگیا تو اس کو پہلے اور آگے جگہ مل گئی ، اور امیر کو پچھلی صف میں کھڑا ہونا پڑا ۔

یورپؔ کی پہلی جنگ عظیم کے دوران جو مسلمان مرجاتے تھے ان کے لئے میں ووکنگؔ میں قبرستان بنانا چاہتا تھا ۔ اس سلسلہ میں انگریزی سرکار نے ایک وفد تجویز کیا ، جو میرے پاس ووکنگؔ مسجد آیا ۔ اس وفد کے ارکان سر آغاخانؔ ، سر عباس علی بیگؔ اور علی گڑھ کے پرنسپل سرماریسنؔ تھے ۔ وہ وفد عین عید کے روز ووکنگؔ مسجد آیا ۔ ان کے پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے نماز قائم ہوچکی تھی ۔ کسی نے اس وفد کی طرف توجہ نہ دی ۔ کیونکہ جب مسلمان نماز پڑھتا ہے تو وہ دنیا کے کسی بادشاہ کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا ۔

سر آغاخان (۱) نہایت پڑھے لکھے شخص ہونے کے علاوہ نہایت بلند اخلاق کے انسان تھے ۔ چنانچہ جب وہ پہنچے تو انہیں سب سے پچھلی صف میں کھڑا ہونا پڑا ۔ وہاں پر گھاس تھی اور قالین وغیرہ کچھ نہ تھا ۔ التحیات کے وقت ان کو گھاس پر بیٹھنا پڑا ۔ جب نماز سے فارغ ہوکر میں خطبہ دینے اٹھا تو سر آغا خان کو اس حالت میں دیکھا ۔

---

(۱) بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ سر آغا خان مرحوم نے اپنے بیٹے کا نام پرنس ”صدرالدین“ حضرت مولانا صدرالدین علیہ الرحمۃ کے نام نامی پر ہی رکھا تھا ۔ جس طرح مشہور عالمی مکے باز کیشس کلےؔ کا نام احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے بانی امیر حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ (مفسر قرآن بزبان انگریزی و اردو) کے نام نامی پر ”محمد علی“ کلےؔ رکھا گیا ۔ مرتب

میں نے ان کو ہی خطبہ کا موضوع بنالیا ۔ اور کہا سر آغاخان جو آج نمازیوں کی آخری صف میں بیٹھے ہیں ، یہ وہ ہستی ہیں جس کو انگلستان کا بادشاہ اپنا چچا کہتا ہے ۔ وہ شاہی محل میں مہمان ہوتے ہیں ۔آج جب خدا کے دربار میں آئے تو جہاں جگہ ملی وہیں سر بسجود ہوگئے ۔ اس موقعہ پر میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی قائم کردہ اخوت اور مساوات کی وضاحت کی اور اس کی عملی صورت لوگوں کے سامنے رکھ دی ۔جس کا یقیناً بہت عمدہ اثر ہوا ۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار "پیغام صلح" لاہور یکم جنوری ۱۹۶۹ء)

سب سے بڑا الزام

از

علامہ نیاز فتحپوری مرحوم

"سب سے بڑا الزام احمدیوں پر یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا خاتم الرسل ہونا تسلیم نہیں کرتے۔اس سلسلے میں مجھے احمدی جماعت کا لڑیچر دیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور میں نے جب مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ شروع کیا تو میں اور زیادہ حیران ہوا ، کیونکہ مجھے انکی کوئی تحریر ایسی نہیں ملی جس سے اس الزام کی تصدیق ہو سکتی۔ بلکہ اس کے برخلاف میں نے ان کو (یعنی حضرت مرزا صاحبؒ کو۔ناقل) ختم رسالت کا اقرار کرنے والا اور صحیح معنی میں عاشقِ رسولؐ پایا۔اسی کے ساتھ میں نے حضرت مرزا صاحب کی زندگی کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہو کہ وہ یقیناً بڑے باعمل ، بڑے عظم و ہمت والے انسان تھے۔انہوں نے مذہب کی صحیح روح کو سمجھ کر اسلام کی وہی عملی تعلیم پیش کی جو عہد نبوی اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں پائی جاتی تھی۔"

(ماہنامہ نگار، نومبر ۱۹۶۱ء)

(۲۶) استعارہ ، مجاز اور متشابہ کلام پر عقائد کی بنیاد موجب فتنہ ہے

دین کا ایک اور پہلو بھی حضرت نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا ہے ۔ جس سے گمراہی پیدا ہوتی ہے ۔وہ ہے استعارہ اور مجاز کو عقائد کی بنیاد قرار دینا یا متشابہ کلام الٰہی پر عقیدہ کی عمارت تیار کرنا ۔ فرمایا :

هو الذی انزل علیك الكتاب منه ایات محكمات هن ام الكتاب و اخر متشابهات

(ال عمران ۳ : ٦)

یعنی بعض آیتیں محکم ہوتی ہیں جو اصل دین ہوتی ہیں ۔ اور بعض متشابہ ہوتی ہیں ، جن کے کئی معنی ہوسکتے ہیں ۔ قرآن کریم میں اور توراۃ و انجیل میں بھی متشابہ کلام موجود ہے ۔ ہر مصنف کی کتاب میں متشابہ کلام ہوتا ہے ۔ استعارہ ، مجاز ، تمثیل زبان کا زیور ہوتے ہیں ۔ **فاما الذین فی قلوبهم زیغ** ۔ وہ لوگ جن کے دلوں کے اندر کجی ہوتی ہے ۔ **ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاویله** ۔ وہ تاویلات سے کام لے لے کر دین کو بگاڑ دیتے ہیں اور فتنہ برپا کردیتے ہیں ، اور حق پرستی چھوڑ دیتے ہیں ۔

توراۃ و انجیل میں متشابہ کلام کا استعمال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اکثر استعارہ میں کلام کیا ہے ۔ جس کو ان کے معتقدین نے اصل دین سمجھ لیا اور حقیقت کو کھو بیٹھے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان تمثیلات کو نہ سمجھتے تھے جنہیں وہ اپنے کلام میں استعمال کیا کرتے تھے ۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تلقین فرمائی کہ جب تک تم دوبارہ زندگی حاصل نہ کرو اس وقت تک تم جنت میں نہیں جاسکتے ۔ اس وقت آپ کا ایک شاگرد جو حاکم وقت تھا اور اس کا نام نیکوڈیمس تھا ، اٹھا اور کہا : اے استاد ! میں کس طرح دوبارہ ماں کے

پیٹ میں داخل ہوجاؤں کہ دوبارہ زندگی حاصل کرسکوں ؟ معلوم ہوا کہ وہ آپ کے کلام کو نہیں سمجھا تھا ۔ تو جب اُن کے پاس بیٹھنے والوں کو غلطی لگ سکتی ہے ، تو ان کے بعد آنے والوں کو غلطی لگ جانا کونسی تعجب کی بات ہے ؟ اس کی تشریح کرتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا : کہ تم جب تک بچوں کی طرح معصوم نہیں بن جاتے اس وقت تک خداوند کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتے ۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک عورت کنوئیں سے پانی نکال رہی تھی ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا : مجھے بھی پانی پلادو ۔ عورت نے جواب دیا : حضور میں یہودی عورت نہیں ہوں ، آپ کس طرح مجھ سے پانی مانگ رہے ہیں ؟ یہودی تو غیر یہودی سے پانی لے کر نہیں پی سکتا ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مضمون تبدیل کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں ایسا پانی پلانا چاہتا ہوں کہ جس کے پینے کے بعد تمہیں پیاس کبھی محسوس نہ ہوگی ۔ اس عورت نے تعجب سے کہا : جناب کے پاس نہ ڈول ہے نہ رسی ، آپ پانی کیسے نکال کر مجھے پلاسکتے ہیں ؟ تو یہ لوگ استعاروں اور تمثیلوں کو نہ سمجھتے تھے۔ ایک مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا : تم سب خدا کی اولاد ہو ۔ اور نابکاروں کو کہا : تم شیطان کی اولاد ہو ۔ پھر کہا : تمہارا ، سب کا باپ آسمان میں ہے۔ اسی طرح توراتؔ اور انجیلؔ استعاروں اور تمثیلوں سے بھری ہوئی ہے ۔ توراتؔ میں لکھا ہے : اسرائیلؔ میرا پہلوٹھا بیٹا ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ میری مرضی پر چلتا ہے ۔ انجیلؔ میں ہے : آدم خدا کا فرزند ہے ۔ اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسب لکھا گیا ہے ، ان کے نسب کو آدمؑ تک ملایا گیا ہے ۔یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ آدمؑ کے فرزند تھے ۔ لیکن ستم ظریفی ملاحظہ ہو ، یہودی علماء نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے لئے ابن اللہ کا لفظ استعمال کرنے پر کافر کا خطاب دیا اور لوگوں کو ان کے خلاف مشتعل کردیا ۔ اور ان پر مقدمہ کھڑا کردیا ۔ اس طرح متشابہ کلام کہ بناء پر علماء اختلاف پیدا کرتے رہتے ہیں ۔ بعض نے خدا کے ایک فرستادہ

پیغمبر کو خدا بنا دیا اور ہمارے زمانہ میں ایک مجدد کو نبی بنادیا۔

حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب علیہ الرحمۃ کے عقائد

حضرت مرزا صاحبؒ نے بار بار فرمایا:

☆"اے بھائیو! میں اللہ جل شانہٗ سے الہام دیا گیا ہوں اور علوم ولایت سے مجھے علم عطا ہوا ہے۔ پھر میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا ہوں تا اس امت کے دین کی تجدید کروں۔" (نجم الھدیٰ، ص ۲۴، لاہور ایڈیشن)

☆"جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تُو اس صدی کا مجدد ہے۔" (کتاب البریہ، ص ۱۸۳ حاشیہ)

☆"میں نے لوگوں کو وہی بات کہی ہے جو میں نے اپنی کتب میں لکھی ہے، یعنی یہ کہ میں ایک محدَّث ہوں اور مجھ سے اللہ اسی طرح ہمکلام ہوتا ہے جسطرح وہ محدثوں سے کلام کرتا ہے۔" (حمامۃ البشریٰ، ص ۲۸۲)

☆"افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افترا ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائدِ اہل سنت کے قائل ہیں۔" (کتاب البریہ ۱۸۲)

☆"آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو۔" (نشان آسمانی، ص ۲۸)

☆"میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم کہ میں کافر نہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور لکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر

قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت ﷺ کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں ، کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسولؐ کے فرمودہ کے برخلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے ۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائے گا ۔" (کرامات الصادقین ، ص ۲۵)

☆"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے ۔ کیا قرأت **ولا محدث** کی یاد نہیں رہی ۔ پھر یہ کیسی بے ہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ اے نادانوں ! بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے ۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں ، جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں ، بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں ۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں و لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کیے ۔ ہم اسبات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت ﷺ نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا ۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے ۔ مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے ۔۔۔۔۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں ۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال نہ کرے ۔ کیا قرآن میں سے **فقالوا انا الیکم مرسلون** (سورہ یسن) بھی یاد نہیں رہا ۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بناء ہے اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں

کونسی دلیل ہے بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں ، لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا ۔یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے ۔میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین ﷺ کے بعد بکلی بند ہیں ۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے ، بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے ۔ پس قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کی ختم نبوت کیونکر اور کیاہوا کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور؟" (سراج منیر ، ص ۲ و ۳)

☆"تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروز کے طور پر قائم مقام نبی ہوجاتا ہے ۔یہی معنی اس حدیث کے ہیں **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** یعنی میرے امت کے علماء مثیل انبیاء ہیں ۔ دیکھو آنحضرت ﷺ نے علماء کو مثیل انبیاء قرار دیا ہے ۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ علماءانبیاء کے وارث ہیں ۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ہمیشہ میری امت میں سے چالیس آدمی ابرہیمؑ کے قلب پر ہونگے ۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ان کو مثیل ابرہیمؑ قرار دیا ۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم** ۔ اس جگہ تمام مفسر قائل ہیں کہ **صراط الذین انعمت علیهم** کی ہدایت سے غرض **تشبه بالانبیاء** ہے جو اصل حقیقت ِ اتباع ہے اور صوفیوں کا مذہب ہے کہ جب تک انسان ایمان اور اعمال اور اخلاق میں **انبیاء علیهم السلام** سے ایسی مشابہت پیدا نہ کرے کہ خود وہی ہوجائے تب تک اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا اور نہ مردِ صالح ہوسکتا ہے ۔ پس نہایت ظلم

اور خیانت ہے کہ قبل اس کے کہ دین کی کتابوں کو دیکھا جائے دنیا داروں کی مقدمہ بازی کی طرح ایک خود تراشیدہ بات پیش کی جائے ۔ خدا نے انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے اس دنیا میں بھیجا ہے کہ تا دنیا میں ان کے مثیل قائم کرے ۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر نبوت لغو ٹھہرتی ہے ۔نبی اس لئے نہیں آتے کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ اس لئے آتے ہیں کہ لوگ ان کے نمونے پر چلیں اور ان سے تشبہ حاصل کریں ۔ اور ان میں فناہو کر گویا وہی بن جائیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله** (آل عمران ۳ آیت ۳۲)پس خدا جس سے محبت کرے گا کونسی نعمت ہے جو اُس سے اُٹھا رکھے گا ۔ اور اتباع سے مراد بھی مرتبہ فناء ہے جو مثیل کے درجہ تک پہنچاتا ہے ۔ اوریہ مسئلہ سب کا مانا ہوا ہے ۔ اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا مگر وہی جو جاہل ، سفیہ یا ملحد بے دین ہوگا ۔"(ایام الصلح ، ص ۱۶۳ تا ۱۶۴)

☆"حسب تصریح قرآن کریم رسول اُس کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائدِ دین جبریل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں ۔" (ازالہ اوہام ، ص ۵۳۴)

☆"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آناجائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ، کیونکہ رسول کو علمِ دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے ، اور باب ِنزول ِجبرائیل بہ پیرا وحی رسالت مسدود ہے ۔ اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو ۔" (ایضاً ، ص ۷۶۱)

☆"انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرادیں اور بعض احکام منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لاویں ۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ، ص۳۳۹)

☆"عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنے والے کے ہیں ،جو خدا تعالیٰ سے خبر پاکر پیشگوئی کرے ۔" (اشتہار'ایک غلطی کا ازالہ')

☆"لاہور ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء ایک شخص سرحدی آیا بہت شوخی سے کلام کرنے لگا اس پر فرمایا :

"میں نے اپنی طرف سے کوئی کلمہ نہیں بنایا نہ ہی نماز علیحدہ بنائی ہے ، بلکہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں ۔ یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اُسے نبی کہا جاتا ہے ۔ خدا کا وجود خدا کے نشانوں سے پہچانا جاتا ہے اسی لئے اولیاء اللہ(۱) آتے ہیں ۔ ع

آں نبی وقت باشد اے مرید

(یہ شعر مولانائے رومؒ کی مثنوی شریف سے ہے ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے : اے میرے مرید اس بات کو پلے باندھ لے کہ مرشد (یعنی امام الوقت) اپنے دَور کا نبیؑ ہوتا ہے ۔ناقل)

محی الدین ابن عربیؒ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ۔ حضرت مجدد (الفِ ثانیؒ) نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے پس کیا سب کو کافر کہو گے ۔"

(یہ وفات سے کل بیس گھنٹے پہلے کا بیان ہے ۔دیکھو اخبار بدر قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۸ء)

اس قدر کھلی وضاحت کے بعد بھی بعض لوگوں نے لفظِ نبی کو ، جو دیگر صوفیاء کرام کی طرح صرف مجازی معنوں میں استعمال ہوا تھا ، پکڑ لیا اور اس پر اپنے اعتقادات کی عمارت کھڑی کر دی ۔

ایک ملاقات

ایک دفعہ پاکستان کے جسٹس منیرؒ اور جسٹس کیانیؒ اور میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ۔سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بارے میں بات چل رہی تھی ۔انہوں نے کہا حضرت مرزا صاحبؒ کے مجدد ہونے پر تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ، انہوں نے لفظِ

---

(۱) ۔دیکھئے کتنی صفائی سے اس بات کا اقرار ہے کہ اب آنحضرت ﷺ کے بعد صرف اولیاء اللہ ہی مبعوث کئے جاتے ہیں ۔ یہی لوگ نبیوں کے قائم مقام ہوتے ہیں ۔ (ناقل)

"نبی" جو استعمال کیا ہے اس کی کیا ضرورت تھی ؟ وہ لفظ استعمال ہی کیوں کیا جو فساد کی جڑ تھی ؟ میں نے کہا : ہر کلام میں استعارہ کا استعمال ہوتا ہے ۔ خدا کے کلام میں بھی استعارہ ہے ۔ قرآن میں کثرت سے استعارہ کا استعمال ہے ۔ اس کی مثالیں تو قرآن شریف میں بے شمار ہیں ۔ مگر میں اسی ضروری مسئلہ کے متعلق مثال بیان کرتا ہوں۔

حضرت یوسفؑ قید خانہ میں تھے ، وہاں ان کے ساتھ دو اور قیدی بھی تھے۔ بزرگوں کا اثر بہرحال پڑتا ہے ۔ چنانچہ قیدیوں پر بھی حضرت یوسفؑ کا اثر پڑا، اور انہوں نے اپنی خوابیں ان کے سامنے بیان کیں ۔ حضرت یوسفؑ نے انہیں تعبیر بتائی کہ ایک پھانسی لگ جائے گا ، اور دوسرا آزاد ہوجائے گا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ پھر بادشاہِ وقت نے دربار میں اپنا ایک خواب سنایا اور تعبیر پوچھی ، تو درباریوں نے کہا **اضغاث احلام وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین** (سورہ یوسف ۱۲ آیت ۴۴)۔ پریشان خواب ہیں اور ہمیں ایسے پریشان خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں ۔ وہ شخص جو آزاد ہوگیا تھا اٹھا اور کہا کہ حکم ہو تو اس شخص کو لاتا ہوں جو اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے ۔ چنانچہ اسے حضرت یوسفؑ کی طرف بھیجا گیا ، اس موقعہ پر قرآن شریف کہتا ہے :

فلما جاءہ الرسول (سورہ یوسف ۱۲ آیت ۵۰)

"توجب اس کافر بادشاہ کا "رسول" حضرت یوسفؑ کے پاس آیا" ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے "الرسول" کا لفظ اس ایلچی یا قاصد کے لئے استعمال کیا ہے جو کافر بادشاہ کی طرف سے حضرت یوسفؑ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا ۔ اس نے کہا کہ بادشاہِ وقت آپ کو بلاتے ہیں ۔ تو آپ نے جواب دیا :

قال ارجع الی ربک (سورہ یوسف ۱۲ آیت ۵۰)

"اپنے "رب" کی طرف واپس چلے جاؤ ۔" یہاں اللہ نے "رب" کا لفظ اسی بادشاہ کے متعلق استعمال کیا ہے ۔ تو یہاں کافر بادشاہ کو رب کہا گیا ہے ۔ یہ سن کر وہ

کہنے لگے کہ مسئلہ صاف ہو گیا ۔

ہر زبان میں مجاز اور استعارہ کا استعمال

ہر زبان میں مجاز اور استعارہ کا استعمال ہوتا ہے ۔ ہمارے زمانہ میں حکیم اجملؔ خان مرحوم کو "مسیح الملک" کا خطاب دیا گیا ۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں اٹھا ۔ حضرت قائد اعظمؒ کے متعلق شعر لکھتے ہوئے حفیظ جالندھریؔ نے "ید بیضا لئے ہوئے" لکھا ہے ۔ اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا ۔ خدا چونکہ انسانوں کی بولی میں باتیں کرتا ہے اس لئے وہ استعارہ اور مجاز بھی استعمال کرتا ہے ۔"

(ماخوذ از خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار "پیغام صلح" لاہور ۴ اپریل ۱۹۶۲ء)

علامہ اقبالؒ کا اعتراف حق

"جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشا کو سمجھا ہے، احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیحؑ کی موت ایک فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیح (یعنی مسیحؑ کی واپسی ۔ناقل) گویا ایک ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے۔ اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے۔"

(علامہ اقبال کا پیغام ملت اسلامیہ کے نام۔ ص ۲۲و۳۲)

علامہ شبلی نعمانیؒ اور وفات مسیحؑ

"سوال: آپ مسیح علیہ السلام کی حیات کے بارے میں کیا کہتے ہیں ؟جواب : وہ فوت ہوگئے ہیں اور دلیل آیت فلما توفیتنی الخ ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں کہ جب تُو نے مجھے وفات دی تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا۔ پس اگر ہم انہیں زندہ مانیں تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ اب بھی اپنی امت کے رقیب (نگہبان) ہوں حالانکہ وہ اس کی نفی کرتے ہیں ۔ پس قرآن مجید میں تو یہی لکھا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہوگیا۔ سوال: علماء تو اس وقت کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں ؟جواب : وہ بے وقوف ہیں عالم نہیں ۔سوال : متقدمین میں کے بھی تو اکثر علماء حیات کے قائل رہے ہیں ؟جواب : ہاں یہ سچ ہے ، لیکن اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ۔ قرآن مجید ایک بحر بے کنار ہے اسکی بہت سی باتیں آئندہ جا کر کھلیں گی لیکن اس وقت وفات مسیح کا مسئلہ تو صاف ہو گیا۔ اب جو انکار کرتا ہے وہ جاہل ہے۔" (علامہ شبلی نعمانیؒ کا انٹرویو مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء)

صدر جمیعۃ العلماء ھند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم کا فتویٰ

"اگر مسیح اسرائیلی مر گیا ہے تو پھر احادیثِ صحیحہ کی وہی بہترین تاویل ہو سکتی ہے جو جناب مرزا صاحب نے کی۔"

(اخبار پیغام صلح لاہور ، مورخہ ۲۷ جون ۱۹۳۷ء)

اہل سنت و الجماعت کے مستند عالم و مفسر قرآن
جناب مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
کا بصیرت افروز بیان

"اپنے کو قادیانی دعوؤں میں اب تک جو بات سب سے زیادہ کھٹکتی رہی ہے، وہ یہی ہے کہ کسی بھی عنوان سے سہی بہرحال یہ دعویٰ نبوت ایک امتی کی زبان سے نکلا کیونکر ۔ لیکن حال ہی میں اتفاق سے اس کی ایک نظیر مولانائے رومؒ کے کلام میں مل گئی۔ اور وہ بھی ان کے غیر مستند کلیات میں نہیں بلکہ مشہور ومعروف اور مستند مثنوی ہی میں ۔ مُرید اور پیر کے فضائل و مراتب کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے ۔

چوں بدادی دستِ خود در دستِ پیر
بہر حکمت کو علیم است و خبیر
او نبیِ وقت باشد اے مرید
زانکہ زد نورِ نبی آید پدید

(دفتر پنجم بہ عنوان دربیان آنکہ ماسوئ اللہ تعالیٰ ہرچیزے آکل وماکول است)

یہاں صاف ارشاد ہورہا ہے کہ شیخِ کامل **نبیِ وقت** ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے انوار نُور نبوت ہی کا پَرتو ہوتے ہیں ۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء عارفین مثنوی کی شرح لکھتے چلے آئے کسی نے اس طرز بیان پر نکیر نہ کی ۔ بلکہ خود رومیؒ کے صاحبزادے سلطان ولد سے یہ شرح بھی نقل ہوئی ہے :

"مبالغہ ست در تشبیہ ولی و نبی دراثر ارشاد والا درہیچ وقت بعداز حضرت محمدؐ نبوت محقق نیست ۔" (حاشیہ نمبر ۱۳ ص ۶۷ جلد ۵ ۔مثنوی مطبوعہ نامی پریس کانپور)

ظاہر ہے کہ خلافِ احتیاط اسے اب بھی کہا جائے گا ۔ لیکن یہ بھی ہے کہ اس بے احتیاطی کی مثال سے اکابر کا کلام بھی خالی نہیں ۔" (اخبار صدقِ جدید لکھنو ۔۱۸ اگست ۱۹۵۲ء)